کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟

چوتھے اور اہم پانچ

مفید مضامین

بسلسلہ تبلیغ

پانچ اہم اور مفید مضامین

کا مجموعہ

ملنے کا پتہ

مکتبہ حبیبیہ مقام و پوسٹ تراج
دایا پلسانہ ضلع سورت (گجرات)

ادارہ اسلامی پرنٹنگ پریس دیوبند

اس مجموعہ میں مندرجہ ذیل پانچ مضامین شامل ہیں

۱ تبلیغی جماعت پر بعض بے بنیاد تنقیدیں

از مولانا منظور نعمانی

۲ تبلیغی تحریک اور حضرات علماء کرام

از: مولانا منظور نعمانی

۳ دو دن مرکز تبلیغ نظام الدین میں

از: جناب وحید الدین خاں

۴ تقریر کا فائدہ کب ہوگا؟

از: مولانا منظور نعمانی

۵ مولانا یوسف صاحبؒ کے دو عظیم الشان کام

(۱) دعوت اور (۲) تصنیف صحابہؓ

از حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب

(۱)

تبلیغی جماعت پر بعض

بے بنیاد تنقیدیں

مولانا منظور نعمانی

(۱) بلاشبہ یہ بات صحیح ہے کہ برصغیر ہند و پاکستان کے طول وعرض میں کوئی لکھا پڑھا ایسا مسلمان غالباً اب مشکل سے ملے گا جو تبلیغی جماعت کے نام اور اس کے کام سے بالکل ہی بے خبر ہو، اور اس نے یہ نام تک نہ سنا ہو، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اس کے کام کی واقعی نوعیت اور اس کی اصل دعوت اور طریقۂ کار کو وہی لوگ صحیح طور پر جانتے ہیں جو اس میں عملی حصہ لیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اس زمانہ میں جن طریقوں سے اجتماعی کاموں کا عام رواج ہے، تبلیغی جماعت کا طریقہ اور راستہ اس سے بہت مختلف ہے، اور اس کا کوئی مستند لیٹریچر بھی نہیں ہے، جو اس کے تعارف کا کفیل ہو، اسلئے عملی شرکت اور ذاتی تجربہ کے بغیر اس کی دعوت

اور اس کا طریقہ لوگوں کے ذہن میں نہیں آتا

راقم سطور کا یہ اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ حضرت مولینا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا بھی تھا، ان کی باتیں بھی ایک دو دفعہ سے زیادہ سنیں تھیں، چلتی پھرتی بعض تبلیغی جماعتیں بھی دیکھی تھیں، ان کے تبلیغی کام کے متعلق کچھ سنا بھی تھا اور اس بنا پر اس کے بارہ میں اپنا ایک تصور تھا، اور اگر اس وقت کوئی مجھ سے یہ کہتا کہ تم تبلیغی جماعت اور اس کے کام کو نہیں جانتے تو غالباً ناگوار گزرتا لیکن جب پہلی دفعہ (ایک لطیفۂ غیبی کے نتیجہ میں) حضرت مولینا رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تبلیغی سفر میں قریب ایک ہفتہ ان کے ساتھ رہنا ہوا، جس میں ایک بڑی جماعت بھی ان کے ساتھ تھی اور اس کا پورا کام اور پروگرام دیکھا اور مختلف اوقات کی گفتگوؤں اور کام کے مشاہدہ اور مطالعہ سے نئے نئے پہلو اور گوشے سامنے آئے، تو اندازہ ہوا کہ اب تک اس کے بارہ میں اپنا جو تصور تھا وہ بہت ناقص بلکہ بڑی حد تک غلط تھا اور میرا یہ خیال ہے کہ یہ تبلیغی جماعت کے کام ہی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ اس طرح کا جو کام بھی دنیا کے عام مروج کاموں سے الگ طور طریقوں پر کیا جائیگا اس کو صحیح طور پر عمل اور مشاہدہ اور تجربہ ہی سے جانا جائے گا

ایسی حالت میں جماعت سے اور اس کے کام سے ایسے حضرات کا

صحیح طور پر واقف نہ ہونا کچھ غلط فہمیوں میں مبتلا ہونا جن کا نہ اس میں عملی حصہ ہے نہ اس کے کام کرنے والوں سے ان کے قریبی تعلقات ہیں، نہ تو مستبعد ہے اور نہ لائق شکایت البتہ اگر کوئی صاحب کامل ناواقفیت کے باوجود محض اپنے خیالات یا ہوائی باتوں کی بنا پر اس کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنائیں، اور نہایت سنگین قسم کے الزامات اس پر عائد کر کے امت کی اجتماعیت کے لئے اس کو سنگین خطرہ قرار دیں اور اس کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم شروع کر دیں تو بلاشبہ یہ بڑی افسوس ناک اور بدقسمتی کی بات ہوگی

ہرگز ضروری نہیں ہے کہ تبلیغی جماعت کے اکابر جو کچھ سوچتے ہوں اور جن لائنوں پر دین کا کام کرتے ہوں وہ سو فیصدی صحیح ہو اور اس سے اختلاف نہ کیا جا سکے، یہ مقام صرف نبی کا ہوتا ہے، امام مالکؒ کا مشہور مقولہ ہے "ما منا الا راد او مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم"

راقم سطور کو اور اس کی طرح ہر واقف و باخبر کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ جماعت کے تمام اکابر اور ذمہ دار جو خدا کے فضل سے کتاب و سنت اور شریعت کے عالم اور خادم ہیں، اسی عقیدہ اور فکر کے ہیں۔ اور ہرگز اپنے کو اس سے مستثنیٰ اور بالاتر نہیں جانتے اس لئے اگر کسی واقف صاحب علم کو تبلیغی جماعت کے

حوالہ اثرشہ ۷۳۴

کام میں کچھ فکری یا عملی غلطیاں محسوس ہوں تو خیرخواہانہ طور پر ان کو بتانا اور ذمہ داروں کو ان کی طرف توجہ دلانا ایک مشکور دینی خدمت ہوگی اور امت کا کوئی بھی فرد اور کوئی بھی جماعت کبھی اس نصح دینی سے مستغنی نہیں ہو سکتی

تبلیغی جماعت اور اس کے ذمہ داروں سے قریبی واقفیت اور تعلق رکھنے والے اسکی شہادت دے سکتے ہیں کہ ان حضرات کا نقطۂ نظر اور طرزِ عمل بالکل یہی ہے اس عاجز کا بیسیوں دفعہ کا یہ اپنا ذاتی تجربہ ہے

(منقول از ماہنامہ الفرقان ماہ جمادی الاول ۸۶ھ)

خیرخواہانہ مشورہ یہی ہے کہ موجودہ مروجہ ومخترعہ طریقۂ تبلیغ کو ختم کیجئے۔ اور حضرات علماء کو اپنی ذمہ داری کا احساس دلائیے۔ اور ان کو آمادہ کیجئے کہ ہر عالم اپنے اپنے مقام پر اپنی صوابدید سے مقامی حالات وفضا وماحول کے مناسب جو مباح اور جائز طریقہ مفید سمجھے۔ اوس کو اختیار کرکے لوگوں کے اندر دین کا شوق اور عظمت پیدا کرے۔ اور عوام کو اپنے اپنے مقامی علماء کے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح تعاون پر آمادہ کیجئے۔ اور ان کو مدارس میں اپنے بچوں کو داخل کرنے پر تیار کیجئے۔ اور ان کو علمائے محققین وحضرات اہل اللہ سے تعلق پیدا کرنے ان کی باتیں سننے ان کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت دینے پر آمادہ کیجئے۔

تبلیغی تحریک اور حضرات علماء کرام ؒ

(۲)

(چند روز ہوئے ایک صاحب نے سوال کیا تھا، کیا وجہ ہے کہ حضرت مولینا محمد الیاس رح کی تبلیغی تحریک کی طرف علماء بالخصوص خواص اور مشاہیر جیسا کہ چاہئے تھا زیادہ متوجہ نہیں ہوئے ؟
ذیل کا مختصر مضمون اسی سوال کا جواب ہے - مدیر)

یہ واقعہ ہے کہ حضرات علماء بالخصوص ان میں کے خواص اور مشاہیر ابھی تک عام طور سے اسی تحریک کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں اور ہمارے جو بزرگ متوجہ بھی ہوئے ہیں وہ بھی اتنے نہیں جتنا کہ اس تحریک کا حق اور تقاضہ ہے۔ میرے نزدیک اس کے چند اسباب ہیں

(۱) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ تحریک شروع سے "تبلیغ" کے نام سے موسوم اور معروف رہی ہے اور "تبلیغ" ایک ایسا عام اور سادہ لفظ ہے کہ اس کے سننے کے بعد کسی عالم بلکہ کسی بھی پڑھے لکھے کو اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور اس کے ذہن میں اس کی کوئی طلب پیدا نہیں ہوتی کہ اس کے بارہ میں کوئی تجسس اور کوئی کھوج کرید کرے، تبلیغ میں بیسیوں بیسیوں طریقے عام طور سے رائج ہیں تبلیغی جلسے، تبلیغی کانفرنسیں، دینی مدرسوں یا تبلیغی انجمنوں سے

ملازمت کا تعلق رکھنے والے مبلغوں اور واعظوں کے تبلیغی دورے مخالفین اسلام سے مناظرے یا تبلیغی کتابوں اور رسالوں کی اشاعت، مساجد میں درس قرآن کے سلسلے، یا مستقل دینی مدرسوں کی اقامت یہ سب تبلیغ ہی کی صورتیں ہیں، تو جب کسی کے علم میں یہ بات آتی ہے کہ مولینا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ کی بھی کوئی تبلیغی تحریک تھی یا ہے تو وہ آپ سے آپ یہ خیال کرلیتا ہے کہ بس اسی طرح کا کوئی اچھا دینی کام ہوگا، جیسے کہ تبلیغی کام عام طور سے ہوا کرتے ہیں، اور بس، اسی تصور پر اس کی طبیعت قانع ہو جاتی ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مولینا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ کی یہ تحریک مسلمانوں کو پوری حقیقی اسلامی زندگی کی طرف لے جانے والی بظاہر تو بہت سادہ اور سطحی، مگر فی الحقیقت بہت ہی عمیق ایک دعوت ہے، جس کے لئے تبلیغ کا عام اور سادہ لفظ گویا ایک مستقل حجاب بنا ہوا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت مولینا محمد الیاس رحمتہ اللہ علیہ اپنی بہت سی جلیل القدر خصوصیات کے باوجود ایک بالکل پرانے طرز کے بزرگ تھے، اور فی زماننا کسی گہری اور اصلاحی، انقلاب کی طاقت رکھنے والی کسی تحریک کو پیش کرنے کی توقع جس طرح کے اور جن خصوصیات کے آدمی سے آجکل کی جاسکتی ہے مولینا مرحوم بظاہر اس طرح کے آدمی بالکل نہ تھے یہی وجہ ہے کہ طبقہ علماء میں جو حضرات ان کے معاصر اور ان کو خوب جاننے پہچاننے والے تھے، بلکہ ان کے وہ اصاغر بھی جو ان

سے پوری پوری عقیدت رکھتے تھے انہوں نے بھی کبھی اس کی ضرورت محسوس نہ کی وہ مولینا کے مقصد اور ان کی اصل دعوت پر غور کریں انہوں نے بس اتنا ہی سمجھا کہ مولینا عام مسلمانوں میں، تبلیغ کرنا کرانا چاہتے ہیں، بہت اچھا کام ہے، ضرور کرنا چاہیئے اور ضرور ہونا چاہیئے، اگر مولینا نے کسی اجتماع میں چلنے کی دعوت بھی دی تو چلے بھی گئے اور "تبلیغ" کی دینی اہمیت پر تقریر بھی کر آئے۔ لیکن چونکہ مولینا کی اصلی دعوت اور مقصد کو سمجھنے کا داعیہ کبھی پیدا نہیں ہوا اسلئے اصل چیز سے واقف نہ ہو سکے اور اب تک بھی ان بزرگوں کا حال یہی ہے۔

(۳) تیسری ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ مولینا موصوف اپنی دعوت کو اس طرح پیش نہیں کرتے تھے (بلکہ غالباً پیش کر بھی نہیں سکتے تھے) جس طرح کہ اس زمانہ میں کسی تحریک اور کسی اسکیم کو مفکر اور اسکیمر لوگ مرتب طور سے پیش کرتے ہیں اور لوگوں کو اس پر دعوت غور و فکر دیتے ہیں بلکہ مولینا کی کیفیت یہ تھی کہ ایک صحبت میں اپنی دعوت کے ایک پہلو پر زور دے رہے ہیں اور اتنا زور دے رہے ہیں کہ سننے والا یہ سمجھے گا کہ بس یہی ان کی دعوت کا حاصل ہے، اور پھر دوسری کسی مجلس میں کسی اور پہلو پر ایسا زور دے رہے ہیں کہ گویا صرف وہی ان کا مطمح نظر ہے، اور تیسری کسی اور صحبت میں کسی اور ہی پہلو پر اتنا زور دے رہے ہیں کہ سننے والا سمجھے کہ یہی ان کا مقصد وحید اور اصل نصب العین ہے اس کو یوں سمجھنا چاہیئے کہ ایک طریقہ تو کسی تحریک کو مفکروں کی طرح

پیش کرنے کا ہے جس کے ہم لوگ آج کل خوگر ہیں، کہ تحریک کا پس منظر مقصد، پروگرام، مشکلات اوران کا حل، غرض سارا ماله و ماعلیہ ایک خاص ترتیب کیساتھ پیش کر دیتے ہیں اور ایک طریقہ وہ ہے جو ہم کو احادیث نبویہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم ہوتا ہے اور وہ اس سے مختلف ہے، حدیث کے سارے ذخیرے میں کہیں آپ کو تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری اسلامی دعوت اور اس کے نظام کو اس طرح مرتب کر کے کبھی پیش کیا ہو، جس طرح کہ ہم لوگ اس زمانہ میں کرتے ہیں بہرحال (بلا تشبیہ) حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا حال بھی یہی تھا کہ آج کل دعوتوں اور تحریکوں کے پیش کرنے کا جو مخصوص طریقہ ہے وہ اس طریقہ سے اپنی دعوت کو پیش نہیں کرتے تھے۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا غالباً پیش کر بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ اس فن کے آدمی نہیں تھے۔

علاوہ بریں ان کو تقریر پر کوئی خاص قدرت بھی نہ تھی، اگرچہ اپنی دعوت ہی کے سلسلہ میں گھنٹوں مسلسل بولتے تھے، لیکن اکثر اوقات بیان میں وضاحت اور سلاست کی اتنی کمی ہوتی تھی کہ بہت سے لوگوں کو ان کے مقصد کا پانا دشوار ہوتا تھا، بلکہ بسا اوقات سننے والا سخت الجھن محسوس کرتا تھا، پھر آج کل کا جو ایک خاص طریقہ اور انداز ہے مولانا مرحوم کا وہ طریقہ بھی نہ ہوتا اقبال مرحوم نے ایسے بزرگوں

کو پیام دیا تھا ؎

بہ مہر قافلہ از من دعا رساں بگو
راہ گرچہ ہمو لنست کارواں دگراست (اقبال)

غرض یہ امور بھی اس کا سبب ہوئے کہ خواص اہل علم اور خاص اہل فکر مولینا مرحوم کی اس دعوت کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوئے اور مولینا مرحوم کے دعوت کی توضیح اور ترجمانی کرتے ہوئے تحریک کے دوسرے خادموں نے' جو کچھ اس سلسلہ میں بعد میں لکھا اندازہ یہ ہے کہ جن اکابر کے متعلق جناب دریافت فرما رہے ہیں یہ تحریر باوجود اپنی کوششوں کے ان کے ملاحظہ سے گذرنے کا شرف بھی نہیں حاصل کرسکی ہیں، اپنے موجودہ مشاغل پر ان حضرات کی قناعت اور درجہ ہے کہ اللہ ہی چاہے تو وہ کسی دوسری چیز پر غور و فکر کر سکتے ہیں۔

(۴) اور ایک وجہ اس کی یہ بھی ہے (اور میرے نزدیک یہ سب سے بڑی وجہ ہے) کہ اس دینی دعوت اور اس کے نظام عمل کی گہرائیوں کو سمجھنے اور ان پر اطمینان حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا عملی تجربہ حاصل کیا جائے اور اہل علم اور بالخصوص خواص اور مشاہیر کے لئے یہ مشکل ہے کہ کسی کام کی غیر معمولی افادیت اور گہری اہمیت کو سمجھے بغیر اس کے لئے ابتداءً وقت دے دیں خود میرا معاملہ یہ ہے کہ مولینا مرحوم نے بارہا مجھ سے فرمائش کی کہ میں کچھ وقت ان کے کام میں دوں، لیکن چونکہ میرے نزدیک اس وقت

تک اس کی ایسی کوئی خاص اہمیت نہ تھی اسلئے میں برابر ٹالتا رہا۔ آخر ایک دن مولینا نے اپنی ایک بیماری کے موقع پر اتنے غیر معمولی اصرار سے مجھ سے فرمایا کہ میں ٹال نہ سکا اور صرف ان کے اصرار سے مجبور ہو کر ہی میں نے بادل ناخواستہ ہفتہ عشرہ کے لئے تبلیغ کے کام میں ان کے ساتھ جانے کا وعدہ کر لیا پھر اس کے بعد ہی میں ان کی اس دعوت اور نظام کی اہمیت کو کچھ سمجھ سکا، بہرحال خواص کے اس دعوت کو اہمیت نہ دینے اور اس کی طرف متوجہ نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ بھی ہے

(۵) پھر ایک سبب اس کا یہ بھی ہوا ہے کہ مولینا کی اس دعوت کو جن لوگوں نے قبول کیا، اور اس میں جن کے عمل کا حصّہ سب سے زیادہ ہے وہ بیچارے عوام میواتی لوگ ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس دعوت اور تحریک کو کسی وضاحت اور تفصیل کیساتھ سمجھکر اس میں نہیں لگے ہیں وہ بے چارے نہایت سادہ دل ودماغ رکھنے والے دیہاتی لوگ ہیں۔ چونکہ مولینا نے اپنی اصلاحی جدوجہد پہلے انھیں میں کی اور اس طرح انھیں مولینا کے اخلاص اور دل سوزی اور ہمدردی کا تجربہ ہوا اور مولینا کی اس تحریک نے ان کی قوم میں بہت زیادہ دینی تبدیلی پیدا کی، بلکہ کہنا چاہیئے کہ اس تحریک ہی کے راستہ سے گویا ان کو دین وایمان کی دولت ملی، اس لیئے انھیں مولینا کے ساتھ غیر معمولی عقیدت ومحبت ہو گی، پھر جب مولینا انھیں صرف ثواب آخرت کی امید دلاکر اس کام میں لگے اور اس کے لئے اپنا

وقت اور اپنا مشغلہ قربان کرنے کی ترغیبیں دیں، تو وہ بے چارے
بس اجر اُخروی اور رضائے الٰہی ہی کو مطمح نظر بنا کر اس کام میں لگ
گئے اور پھر چونکہ اپنی دینی اور روحانی ترقیاں ان کو یوماً فیوماً
اس راستہ میں محسوس ہوئیں تو انہوں نے اس کام میں اور زیادہ
دلچسپی لی، اور بعض اہل توفیق نے اپنے کو بالکل اسی کے لئے
وقف کر دیا، اور کہا جا سکتا ہے کہ بڑی حد تک وہی اس تحریک کے
ہاتھ پاؤں ہیں لیکن وہ بہرحال عوام دیہاتی ہیں، اپنے
جیسوں کو تو وہ متاثر کر سکتے ہیں، لیکن علماء اور وہ بھی اس زمانہ
کے علماء کرام کا ایسے عامیوں سے متاثر ہونا ظاہر ہے کہ بہت مشکل
بات ہے، پھر اس سب کے علاوہ اس تحریک کا پروگرام جو عموماً عملی
شکل میں سامنے آتا ہے بظاہر کچھ اتنا سادہ اور اس قدر بے نمک سا ہے کہ
آج کل کی طبائع کے لئے اس میں کشش کا کوئی خاص سامان نہیں،
جلوس نہیں، کمیٹیاں نہیں، کانفرنسیں نہیں، نعرے نہیں، وردی نہیں
جھنڈے نہیں، جیل جانا نہیں، اور ہمارے اس زمانہ میں
تحریکات کے لئے گویا یہ لوازم ہیں کہ گو ان کے بغیر کسی بڑے اجتماعی
کا تصور بھی مشکل ہو گیا ہے۔
تو میرے نزدیک بس یہ اور اس قسم کے کچھ
اسباب ہیں جن کی وجہ سے حضرات علماء اس دعوت سے پوری طرح
واقف نہیں ہو سکے ہیں، حالانکہ انہیں کا اولین حق ہے کہ وہ اس کو

اپنائیں، مستقبل میں ہندوستان کا جو نقشہ نظر آرہا ہے، اسکے پیش نظر اس کام کی اہمیت اور ضرورت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے، عوامی لادینی تحریکات کے خطرات آنکھوں کے سامنے کھڑے ہیں، اور اگر کوئی تحریک ان کے لئے روک بن سکتی ہے تو وہ یہی عوامی دینی تحریک ہے بشرطیکہ اہل علم وصلاح اور دیندار حلقے عام طور سے اس کی طاقت کے راز کو سمجھ کر اپنا لیں اور اس کا حق ادا کریں۔

(۶) خواص اہل علم اور اصحاب فکر کے زیادہ متوجہ نہ ہونے کا ایک سبب، صحیح واقفیت اور تربیت حاصل کئے بغیر بہت سے لوگوں کا اس کام کو بے اصولے پن سے کرنا بھی ہے، جس سے اگرچہ پھیلاؤ تو بڑھتا ہے، لیکن اہل علم ونظر کی نگاہوں میں کام کی قدر وقیمت گھٹ جاتی ہے اور وہ اس کو صرف ایک چلتا پھرتا سطحی کام سمجھکر خاطر میں نہیں لاتے۔ خود راقم نے بھی بعض خاص علمی ودینی حلقوں میں اس رکاوٹ کو محسوس کیا ہے لیکن اس کا علاج سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اپنے جن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے علم وفکر کی خاص صلاحیتیں دی ہیں وہ اپنی صلاحیتوں کو اس راستہ پر لگائیں اور کام کو صحیح ترتیب اور تدبیر کے ساتھ کریں اور دوسروں سے اپنی نگرانی میں کرائیں، یہ کوئی منظم کمیٹی اور انجمن تو ہے نہیں کہ جب تک وہ آپ کو کام کا انچارج اور ذمہ دار نہ بنائے آپ کچھ نہ کر سکیں یہاں تو دین کا کام کرنے کی ایک عمومی دعوت ہے، پس جو لوگ

لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ جماعت تبلیغیہ میں شریک اور باقاعدہ ممبر ہی ہو کر کریں

اس کو اِس وقت کر رہے ہیں اگر وہ زیادہ اچھے طریقے سے نہیں کر رہے ہیں تو اچھی صلاحیتوں والوں پر اور بھی زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے، کہ وہ اچھے طریقے سے اس کو کر کے دکھائیں تاکہ دوسرے لوگ بھی ان کی تقلید کر سکیں ۔

(۳)

دو دن

مرکز تبلیغ نظام الدین میں

از جناب وحید الدین خاں

ایر انڈیا ایکسپریس اپنی پوری رفتار سے فراٹے بھرتی چلی جارہی تھی۔ راستہ میں دونوں طرف سرسبز کھیتوں اور ڈبڈباتے ہوئے نالوں اور ندیوں کا مسلسل منظر نگاہوں کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا، مگر ٹرین کے لئے ان خوشنما مناظر میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پستی اور بلندی، خشکی اور پانی اس کی رفتار میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتے تھے۔ راستہ میں چھوٹے چھوٹے اسٹیشن آتے مگر وہ ان کو چھوڑتی ہوئی اس طرح بھاگی چلی جارہی تھی گویا اسے کہیں ٹھہرنا نہیں ہے۔

دل نے کہا حق کے مسافر کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ دنیا کے خوشنما مناظر اس کو لبھانے کے لئے سامنے آتے ہیں مگر وہ ان سے آنکھیں بند کر لیتا ہے، سائے اور اقامت گاہیں اس کو ٹھہرنے اور آرام کرنے کی دعوت دیتے ہیں مگر وہ اپنے منزل کی طرف بڑھتا رہتا ہے

چھوٹے چھوٹے مقاصد اس کا راستہ روکتے ہیں مگر وہ ہر ایک سے دامن بچاتا ہوا بڑھتا چلا جاتا ہے زندگی کے نشیب و فراز اس سے ٹکراتے ہیں، مگر اس کے عزم اور اس کی رفتاری میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ حق کا مسافر ایک بے مقصد دنیا میں بھٹکے ہوئے شخص کے مانند نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ذہن میں ایک مقصد ہے اور اس کے سامنے ایک معلوم منزل ہے پھر وہ کیسے کہیں اور رک سکتا ہے۔ کیسے دوسری چیزوں میں الجھ کر اپنا وقت ضائع کرنے کو پسند کرسکتا ہے۔ اسے تو بڑھنا ہے اور بڑھتے ہی رہنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے مقصد کو پالے یہاں تک کہ وہ اپنی منزل پر پہونچ جائے۔

یہ ماہ اگست ۱۹۶۷ء کی چودہ تاریخ تھی دن کے دس بجے ہم اپنی منزل پر پہونچے۔ دہلی کے مشرقی کنارے پر خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار سے تھوڑے فاصلے پر "بنگلہ والی مسجد" ہماری منزل تھی جو تیس سال سے تبلیغ و اصلاح کی مشہور تحریک کا مرکز ہے۔ کسی وقت یہ جگہ شہر سے الگ تھلگ بالکل سنسان حالت میں تھی مگر اب بھی وہ "بستی نظام الدین" کے نام سے مشہور ہے۔ جہاں اچھی خاصی آبادی ہوچکی ہے۔ اور جو دہلی کارپوریشن کا ایک حصہ ہے۔ یہ بھی تحریک تبلیغ کا گویا ایک تمثیل ہے جس وقت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں کام کا آغاز کیا تو یہاں کی سنسان آبادی کی طرح وہ ایک نامانوس اور غیر مقبول آواز تھی۔ مگر آج ایک عالم اس دعوت کی طرف متوجہ ہے

جس طرح یہ آبادی اب ایک پر رونق شہر میں تبدیلی ہوچکی ہے ۔ نظام الدین آج ایک ملک گیر بلکہ عالم گیر تحریک کا مرکز بنا ہوا ہے، اس کی مثال قلب کی سی ہے، جس طرح قلب سے خون چلتا ہے اور سارے جسم میں گھوم کر پھر قلب کی طرف واپس آتا ہے ۔ اسی طرح بے شمار انسان یہاں سے نکل نکل کر دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلتے ہیں اور پھر واپس آکر نئی قوت لیتے ہیں اور دوبارہ اپنے تبلیغی سفر کے لئے روانہ ہو جاتے ہیں ۔ یہاں ایک ایسی حرکت کے سرے ملتے ہیں جس کا آغاز تو ہے مگر جس کا کوئی اختتام نہیں ۔

میرے سامنے ایک بوڑھا شخص تھا، چہرہ پر ہڈیاں نکلی ہوئی، حلیہ سے افلاس اور جہالت نمایاں قدیم طرز کے دو گول شیشے کپڑے اور چمڑے کی مدد سے باندھ کر کانوں میں اٹکائے گئے تھے، یہ اس کی عینک تھی، دوسری طرف وہ چہرے اور جسم بھی تھے، جن پر مکھیاں پھیلتی ہیں اور جن کے وضع ولباس میں علم وامارت کی شان نمایاں تھی، اور یہ سب لوگ یکساں توجہ اور انہماک کے ساتھ مقرر کی تقریر سن رہے تھے، ایسی تقریر جو علمی تعریف کے مطابق نہ تقریر کہی جاسکتی ہے اور نہ وعظ مگر اس کے باوجود اس کے اندر جادو کی سی کشش تھی، اور سارے لوگ بے اختیاری طور پر اس کی طرف کھنچے چلے جارہے تھے

"بنگلہ والی مسجد" کی اس دنیا میں داخل ہونے کے بعد سب

سے پہلی چیز جو آدمی کو اپنی طرف کھینچتی ہے، وہ یہاں کا مجمع ہے
ناظر دیکھتا ہے کہ انسان کا ایک ہجوم ہے جو پروانہ وار اُمنڈا چلا
آرہا ہے۔ اس میں جاہل بھی ہیں اور عالم بھی تہمد پوش بھی ہیں اور
پتلون پوش بھی موٹے بھی ہیں اور دبلے بھی جوان بھی ہیں اور
بوڑھے بھی قریب کے بھی ہیں اور دور کے بھی۔ حتیٰ کے ملک کے باہر
دوسرے دوسرے جغرافی علاقوں کے بھی۔ جن کی صورتیں الگ
جن کے لباس مختلف، جن کی زبانیں ہم سے جدا اور یہ سارے
لوگ اس طرح آرہے ہیں اور جارہے ہیں جیسے کوئی سیلاب
ہے جو بہہ رہا ہے اور کسی طرح ختم ہونے کا نام نہیں لیتا
آخر وہ کیا
چیز ہے جو ان بے شمار انسانوں کو اس بستی کی طرف کھینچ رہی
ہے، یہ سب پہلا سوال ہے جو نووارد کے ذہن میں پیدا ہوتا
ہے مگر قبل اس کے کہ وہ کسی سے پوچھ کر اس کا جواب معلوم
کرے وہ خود ہی اس سوال کا جواب پا لیتا ہے، جب وہ یہاں
کے پروگراموں میں شریک ہوتا ہے، یہاں کی باتوں کو سنتا
ہے یہاں کی بلبلا دینے والی دعاؤں پر آمین کہتا ہے، تو اسے
محسوس ہوتا ہے، کہ ایک غیر معمولی تسخیری قوت ہے جو اس
کے دل و دماغ پر قبضہ کئے جارہی ہے کوئی روحانی مقناطیس
ہے جو بے پناہ کشش سے اس کو اپنی طرف کھینچے چلا جارہا ہے

وہ خود اپنے ذاتی تجربے میں اس سوال کا جواب پالیتا ہے، کہ
ملک کے اندر اور ملک کے باہر سے اتنے سارے لوگ کیوں
پروانوں کی طرح اس بستی پر ٹوٹے پڑ رہے ہیں۔ کیونکہ یہ
مسجد بے شمار انسانوں کی نقل و حرکت کا مرکز بن گئی ہے

مسجد کے اوپر

ایک کمرے میں میں سو رہا تھا کہ دور سے آنے والی الارم کی
آواز نے مجھے جگا دیا۔ یہ رات کے ساڑھے تین بجے تھے۔ اب تبلیغ
کے اس مرکز میں سرگرمیوں کا وقت شروع ہو چکا تھا چاروں
طرف انسانوں کی ہلچل نظر آنے لگی۔ سیکڑوں لوگوں نے اٹھ
کر وضو کیا اور تہجد کی نماز میں مشغول ہو گئے، نماز کے بعد کوئی
دعا کر رہا ہے، کوئی ذکر کر رہا ہے، کوئی رو رہا ہے، کوئی تلاوت
کر رہا ہے، کوئی اپنی اور امت کی اصلاح کی درخواست لے
کر خدا کے حضور سجدہ میں پڑا ہوا ہے، یہاں تک کہ: اللہ اکبر اللہ اکبر"
کی آواز کے ساتھ مؤذن نے اعلان کیا کہ فجر کا وقت شروع ہو گیا
ہے، اب فجر کی سنتیں پڑھی گئیں اور سوا پانچ بجے فجر کی نماز ہوئی
تکبیر ہوئی تو تقریباً تین سو آدمی بیک وقت جماعت کے لیے
کھڑے ہو گئے

"نماز کے فوراً بعد بیان ہوگا، سب لوگ یہیں مسجد میں
ٹھہرے رہیں، جماعت سے فراغت کے بعد ایک شخص نے اعلان

کیا۔ اب تقریر شروع ہوئی، موضوع تھا دین اور دنیا کا تعلق سادہ الفاظ، بے تکلف انداز، قریب کی آسان مثالیں دینی جذبہ ابھارنے والی نفسیاتی باتیں جگہ جگہ جان ڈالنے والے واقعات سے استدلال، نہ تقریر کی خطابت، نہ وعظ کی اکتاہٹ یہ تھا تقریر کا خلاصہ۔ صبح کے جھٹپٹے میں تقریر شروع ہوئی اور اتنی دیر تک جاری رہی کے سورج اوپر آگیا مگر تقریر میں اتنی جاذبیت تھی کہ شاید ہی کوئی شخص درمیان میں اٹھا ہو تقریر کے بعد باہر نکلنے کی دعوت دی گئی لوگوں نے اپنے نام لکھوائے اور ساڑھے آٹھ بجے پروگرام ختم ہوا

اس کے بعد اجتماعی ناشتہ ہوا۔ ناشتہ کے بعد پھر تعلیم و تقریر کی مجلس شروع ہو گئی جس میں اللہ سے تعلق قائم کرنے اور اس پر بھروسہ کرنے کی تلقین تھی، آخر میں طویل دعاء ہوئی مجلس کے درمیان میں امیر بیٹھ کر دعاء کر رہا تھا اور حاضرین رو رو کر آمین کہہ رہے تھے، دعاء میں انسانی کمزوریوں اور اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کو اس طرح نمایاں کیا جا رہا تھا۔ اور انسان کی فطرت میں دبے ہوئے جذبات کو اس طرح ابھارا جا رہا تھا کہ دل دہلے پڑ رہے تھے دعاء کے بعد جماعتوں کی روانگی کا پروگرام تھا، جن لوگوں نے اپنے نام تبلیغی سفروں کے لئے لکھوائے تھے، ان لوگوں کی الگ علاقوں کے اعتبار سے فہرستیں

تیار کر لی گئی تھیں، ایک شخص کھڑے ہو کر، ہر جماعت کے افراد کا نام پکارتا تھا، اور لوگ آ کر امیر سے مصافحہ کر کے روانہ ہو رہے تھے، عجیب مناظر تھا۔ جو مسجد نبوی کے اس منظر کو یاد دلاتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب دے کر مختلف علاقوں کو سرایا روانہ فرمایا کرتے تھے۔ امیر ہر ایک سے مصافحہ کر کے کہتا تھا۔ یغفرُ اللّٰہ لنا ولکُم ۔ میں تم کو خدا کے حوالے کرتا ہوں، اور تمہارے لئے خیر کی دعا کرتا ہوں، اللہ قبول فرمائے تم کو بھی، مجھ کو بھی، اور پوری امت کو، ایک جماعت میں ایک ایسے شخص نے نام لکھوایا تھا جو ایک پاؤں سے معذور تھا وہ لنگڑاتا ہوا آیا اور لنگڑاتا ہوا واپس گیا، ایک اور شخص اپنے چھوٹے بچے (عمر تقریباً دس سال) کو بھی ساتھ لے کر جا رہا تھا یہ سب مناظر اس قدر پرکشش تھے کہ مشکل ہی سے کوئی ان سے متاثر ہوئے بغیر رہ سکتا ہے

ساڑھے بارہ بجے یہ پروگرام ختم ہوا

دوپہر کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کے لئے وقفہ دیا گیا، تین بجے ظہر کی نماز پڑھی گئی اور نماز کے بعد پھر وہی تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو گیا، درمیان میں عصر کی نماز ہوئی، اور عصر کی نماز کے بعد پھر مغرب تک مسلسل تقریر، عشاء کے بعد کھانے کا وقفہ، کھانے کے بعد پھر تقریر اور درس نصف شب میں

جا کر یہ سلسلہ ختم ہوا

یہ پروگرام جو میں نے لکھا کسی ایک دن کا قصہ نہیں بلکہ یہی یہاں کا روزانہ کا معمول ہے، کسی تحریک کے سالانہ اجتماع کے موقع پر اجتماع میں رات دن جو ہما ہمی اور مصروفیت ہوتی ہے، وہ یہاں سال بھر جاری رہتی ہے، تعلیم، تقریر درس، بیان، دعا، وضو، نماز، ذکر، تضرع، گریہ وزاری، اسی کے ساتھ خدمت، اخلاق، شرافت سیکڑوں انسان ہر آن ان مشاغل میں مصروف رہتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک ایمانی ہلچل اور اسلامی گرم بازاری ہے جو ہر وقت جاری ہے

(۲) یہ اس دنیا کی سب سے پہلی خصوصیت ہے، جو ایک نووارد یہاں محسوس کرتا ہے، اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرکز تبلیغ، دوسری جماعتوں اور پارٹیوں کے مراکز سے کس قدر مختلف ہے، تمام جماعتیں خواہ وہ دینی ہوں یا غیر دینی، بلا استثناء ان کے مراکز آج ایک دفتر" میں تبدیل ہو چکے ہیں، جماعتوں اور پارٹیوں کے مرکز میں جا کر کوئی شخص ان کی تحریک کو نہیں پاتا اس کے سامنے بس ایک دفتر ہوتا ہے جس کے مختلف شعبے ہیں کہیں صدر کی تختی لگی ہوئی ہے، کہیں سکریٹری کی، کوئی مہمان خانہ کا کمرہ ہے، اور

کوئی طعام خانہ کا، اور ان دفتروں میں جو سرگرمیاں روزانہ ہوتی ہیں وہ کیا ہیں اخبار کا مطالعہ، پارٹی کے نقطہ نظر سے ملکی حالات پر تبصرے، رجسٹروں کی خانہ پڑی، رپورٹوں کی تیاری خط و کتابت، سرکلر کی روانگی، تنظیمی مسائل پر بحثیں، لیڈروں کے استقبال کی تیاریاں، غرض وہی سب کچھ جو عام قسم کے دفتروں میں ہوتا ہے وہی ان جماعتی دفاتر میں بھی روزانہ ہوتا ہے

یہ فرق کوئی معمولی فرق نہیں ہے، یہ ایک ایسا فرق ہے جو نظام الدین کی اس بنگلہ والی مسجد کو مدینہ کی قدیم مسجد نبوی سے مشابہ کر دیتا ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے زمانے میں مسجد نبویؐ اسلامی تحریک کا مرکز تھی، مگر یہ مرکز اس قسم کی رسمی کارروائیوں کا دفتر نہیں تھا، جیسے آج کل کی جماعتوں کا ہوتا ہے، بلکہ یہ خود اسلام اور اسلامی زندگی کا مرکز تھا وہاں نماز کی اقامت، ذکر کی مجلسیں، خدا سے لپٹنا، اپنے دوسرے بھائیوں کی خدمت، قرآن کی تلاوت، سنت کا چرچا، اسلام کے پھیلانے کی فکریں ہوا کرتی تھیں، مسجد نبویؐ میں آکر ایک شخص ویسا ہی محسوس کرتا تھا، جیسے سخت سردی یا سخت گرمی کے زمانے میں باہر کی فضاء سے چل کر کوئی شخص یکایک ایر کنڈیشنڈ عمارت میں داخل ہو جائے۔ ابتدائی دور کی مسجد نبویؐ میں نہ عمارت کی شان و شوکت تھی نہ سامان آرائش کا ہجوم، البتہ وہاں آدمی

اسلام کو دیکھتا، وہاں تعلق باللہ کے مناظر اس کو اپنی طرف کھینچتے تھے، وہاں دین کا درد تڑپتا ہوا نظر آتا تھا، وہاں قرآن واقعہ بننے کی کوشش کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا، چنانچہ جو شخص مسجد نبویؐ کے اسلامی ماحول میں داخل ہوتا تھا، وہ متاثر ہوئے بغیر باہر نہیں آتا تھا۔

بنگلہ والی مسجد کا یہ ماحول جو چوتھائی صدی سے بھی زیادہ عرصہ سے جاری ہے، یہ سنّت نبویؐ کے ایک ایسے پہلو کا احیاء ہے جس کی نظیر شاید سارے عالم اسلامی میں کہیں بھی نہیں مل سکتی آج دنیا میں اسلامی دفاتر تو اتنے ملیں گے کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے، مگر مسجد نبویؐ کے نمونہ کا اسلامی مرکز کہیں بھی نہیں مل سکتا اور یہ اتنا بڑا واقعہ ہے کہ تنہا یہی واقعہ کسی کوشش کی طرف نصرت الٰہی کو متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے، سید عطاء اللہ صاحب بخاری کے متعلق سنا کہ وہ ایک بار یہاں آئے اور یہاں کا منظر دیکھا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی ایک تقریر میں کہا "میں یہ سمجھتا تھا کہ نظام الدین اولیاء ختم ہو گئے۔ مگر میں نے بستی نظام الدین میں آکر دیکھا کہ نظام الدین اولیاء تو ابھی تک زندہ ہیں وہاں جا کر میں دوبارہ مسلمان ہوا ہوں جس کو مسلمان بننا ہے وہاں جائے۔

(۳) کام کا یہ انداز اس تحریک کے طریق کار کا اہم ترین جز ہے اس کو سمجھنے کے لئے تحریک کے آغاز میں جانا پڑے گا —

مرکز نظام الدین میں ایک شخص سے بات کر رہا تھا، میرے قریب ایک بزرگ بیٹھے تھے وضع قطع سے دیہاتی اور بالکل ان پڑھ معلوم ہوتے تھے، میرے ساتھی نے ایک موقع پر شہادت کی موت کا ذکر کیا، اس درمیان میں خاموش دیہاتی نے نہایت اطمینان اور اعتماد کے ساتھ اس میں اپنے ایک جملہ کا اضافہ کیا
اور شہادت بھی وہ جو دعوت کی راہ میں پیش آئے، اس نے کہا
اس کے اس ایک جملہ سے اندازہ ہوا کہ وہ خواہ جاہل ہو مگر صاحب معرفت ہے، میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک میواتی بزرگ ہیں جو ۱۸ سال کی عمر میں مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کی دعوت میں شریک ہوئے تھے اور جب سے اب تک اسی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

یہ میواتی بزرگ ادھیڑ عمر کے بھاری بھر کم آدمی ہیں، سانولے رنگ کے چہرے پر پر شکوہ داڑھی کے ساتھ جب وہ سادگی اور اعتماد کے الفاظ بکھیر رہے تھے، تو مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں قرون اول کی کسی ہستی سے مخاطب ہوں، ایک ان پڑھ شخص کے آگے میرے سارے الفاظ اور میرا تمام علم گم ہو گیا تھا اور میں اس طرح ہمہ تن گوش ہو کر ان کی باتیں سن رہا تھا جیسے کوئی سعادت مند شاگرد اپنے شفیق استاد کے درس کو سنتا ہے، مگر افسوس کہ ایک اتفاقی سبب سے یہ گفتگو مکمل نہ ہو سکی اور

ہم دونوں قبل از وقت ایک دوسرے سے الگ ہو گئے
یہاں مجھے ان کی صرف ایک بات کا ذکر کرنا ہے انہوں نے بتایا کہ ۸۰ میل چوڑے اور ۸۰ میل لمبے میوات کے علاقہ میں مسلمانوں کی آبادی تھی۔ مگر عالم یہ تھا کہ گوبر اور پتھر پوجتے تھے سید سالار غازی کے علم کا سالانہ مظاہرہ ان کے نزدیک سب سے بڑا کام تھا عمل سے لے کر وضع قطع تک کہیں اسلامیت نہیں تھی۔
ان کی اصلاح کے لئے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میوات کے علاقے میں مکاتب کھولے، ان مکاتب کو قائم کرنے میں سخت دقتیں پیش آئیں، کیونکہ جاہل میواتی اپنے بچے اس میں دینے کے لئے تیار نہیں تھے، وہ کہتے کہ ہمارا بچہ کھیت اور مویشی کے کام دیکھے گا۔ پڑھ کر کیا کرے گا، غرض بڑی مشکلوں سے مدرسہ جاری ہوا۔ مگر جب لڑکے وہاں سے پڑھ کر نکلے تو اخلاقی اور دینی اعتبار سے وہ بھی ویسے ہی بن گئے، جیسی ان کی آبادی تھی، حتیٰ کہ چوروں اور ڈاکوؤں کی بستی سے آنے والے لڑکے پڑھنے کے بعد خود بھی چور اور ڈاکو بن گئے ہیں اس وقت میوات کے رہنے والے مسلمان اس قدر اجڈ تھے کہ ایک بار مولانا الیاس صاحب ایک شخص کے اوپر تبلیغ کر رہے تھے میواتی ان کی تبلیغ سے اس قدر خفا ہوا کہ انہیں ایک گھونسہ رسید کر دیا، مولانا دبلے پتلے کمزور آدمی میواتی کے

گھولنے کی تاب نہ لاکر گر پڑے اور کچھ دیر غشی کی حالت میں
پڑے رہے ، جب ہوش آیا تو اٹھ کر میواتی کا دامن پکڑ لیا اور کہا
تم اپنا کام کر چکے اب میری بات سنو ،،

یہ سن کر میواتی کا عجیب حال ہوا وہ خوف سے کانپنے لگا۔
اس نے کہا۔ مولوی۔! مجھے معاف کرو ورنہ میری بخشش
نہیں ہوگی ،،

غرض مکاتب کے ناکام تجربہ کا مولانا الیاس صاحب پر سخت
اثر ہوا وہ درد و کرب سے تڑپتے اور کہتے ، ہائے اللہ میں کیا
کروں ، یہاں تک کہ ان پر کھلا کہ موجودہ ماحول میں تعلیم
و تبلیغ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ۔ استاد لفظ پڑھا دے
تربیت دے ماحول ، میواتی نے اپنے سادہ الفاظ میں کہا۔
آج کل کا ماحول بالکل بگڑ چکا ہے ، اور جب آدمی ماحول کے
اندر رہتا ہے ، تو وہ ہر وقت اس کو اپنی طرف کھینچتا رہتا ہے
ایک طرف کان میں تبلیغ کی آواز جاتی ہے ، اور عین اسی کے
ساتھ ماحول کی آواز بھی داخل ہوتی رہتی ہے ، اس لئے
تعلیم و تبلیغ کا کچھ اثر نہیں ہوتا

پھر ماحول کہاں سے آئے ظاہر ہے موجودہ ماحول پر
تو ہمیں قدرت نہیں کہ بٹن دبا کر اس کو بدل دیں اس کا حل
یہ ہے کہ مسجدوں کے اندر چھوٹے چھوٹے ماحول بنائے جائیں

جن میں ایک مدت تک کے لئے وہی باتیں چلائی جائیں جو ہم پوری سوسائٹی میں چاہتے ہیں، یعنی ذکر، نماز، دعا، تلاوت خدمت اور توجہ الی اللہ کا ماحول، چھوٹے سے دائرہ میں ایسی فضاء بنائی جائے، کہ وہاں اس کے سوا کوئی اور چیز نہ ہو اس کے بعد لوگوں کو ان کے ماحول سے کاٹ کر اس طرح کے ماحول میں لایا جائے، اور وہاں ایک مقرر مدت تک رکھ کر ان کو ایمان و اسلام کی باتیں بتائی جائیں

تبلیغی طریق کار کا خاص فلسفہ یہ ہے کہ لوگوں کو اگر ان کی کھیتیوں میں، ان کی ملازمتوں میں، ان کی تجارتوں میں اور ان کی دنیاوی مشغولیتوں میں سمجھانے کی کوشش کروگے تو وہ سمجھ نہیں سکتے، اس لئے انہیں ان کے مشاغل سے نکال کر مسجد میں لاؤ اور مسجد کے اندر ایک اسلامی فضاء بنا کر ان کے اوپر اسلام کی تبلیغ کرو اس وقت ان کا ذہن بالکل خالی ہوگا، اسلئے وہ بات کو فوراً سمجھ جائیں گے۔ بستی نظام الدین میں بنگلہ والی مسجد اسی طریق کار کا مستقل عملی مرکز ہے، جہاں ہر وقت اسلامی اور تبلیغی ماحول رہتا ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ وہاں ہر آن بس ایک ہی چیز کا چرچا ہے، اور وہ یہ کہ خدا سے تعلق جوڑو، کیونکہ خدا ہی سے سب کچھ ہوتا ہے، کسی اور چیز سے کچھ نہیں ہوتا۔

یہی وہاں کا قول ہے، اور یہی وہاں کا عمل ہے

تبلیغی کارکنوں کا ہر جگہ یہی کام ہے کہ وہ سفر و حضر میں اسی طرح کے ماحول وقتی طور پر بنائیں، جماعتی وفود جو کثیر تعداد میں روزانہ نکلتے رہتے ہیں وہ جب کسی مقام پر پہونچتے ہیں تو ان کا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ مقامی طور پر گشت کر کے لوگوں کو مسجد میں آنے کی دعوت دیں۔ پھر مسجد میں جمع کر کے انہیں نماز پڑھوائی جائے، تلاوت کرائی جائے، سیرت پاک اور صحابہ کرام کے واقعات سنائے جائیں، دعائیں یاد کرائی جائیں، اعمال صالحہ کے فضائل بیان کئے جائیں اور ان کی دینی ذمہ داریاں یاد دلائی جائیں، انھیں دعا اور عبادت میں مشغول کیا جائے، اس فضا میں کچھ وقت گزار لنے کے بعد جب ان کے دل نرم ہو جائیں تو انہیں چلہ پورا کرنے کی دعوت دی جائے چلہ کے لفظ سے بعض لوگوں کو توحش ہوگا۔ حالانکہ چلہ دراصل مسجد کی اس چند گھنٹہ کی دینی زندگی کی گویا توسیع (EXTENSION) ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ چالیس دن تک اپنے دینوی مشاغل کو چھوڑ کر مسجدوں میں زندگی گذارنا گشت کر کے دوسرے مسلمانوں تک پہونچنا اور ان کو اسلامی زندگی کی طرف بلانا، اسلامی فضا میں ایک عرصہ تک رہ کر دین کو اس حد تک سیکھ لینا اور پکڑ لینا کہ آدمی پختہ ہو جائے اور جب دوبارہ اپنے

ماحول میں واپس آئے تو اس کا ارادہ اور شعور اس حد تک بیدار ہو چکا ہو کہ آئندہ اسلامی طرز پہ زندگی گزارسکے گویا چلہ ایک قسم کا متحرک تربیتی کیمپ ہے، یہ ایک سراپا عمل ہے نہ کہ دھیان گیان قسم کی کوئی چیز

یہ طریق کار جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کھولا تھا۔اس کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے ہیں، بلا مبالغہ لاکھوں لوگ جو نہایت غلط قسم کی زندگی میں پڑے ہوئے تھے انہوں نے اس سے متاثر ہو کر اپنی زندگیاں بدل ڈالیں۔ ہزاروں ایسے لوگ جو اجتماع اور چلہ اور گشت کا مذاق اڑاتے تھے جب ان کو ان کے ماحول سے نکال کر دینی فضا میں رکھا گیا وہاں ان کے اوپر تبلیغ کی گئی تو وہ اس کے فریفتہ ہو گئے، ڈاڑھی کے بغیر نکلے اور ڈاڑھی والے ہو کر لوٹے، سوٹ ٹائی میں نکلے اور واپس آئے توان کا لباس کرتہ پائجامہ ہو چکا تھا بے نمازی، زکواۃ نہ دینے والے، لڑائی جھگڑا کرنے والے، اور بدکاریوں میں لت پت نکلے اور واپسی اس حالت میں ہوئی کہ یہ پہچاننا مشکل ہو گیا کہ یہ وہی شخص ہے، حتیٰ کہ ایسی بھی مثالیں ہیں کہ شراب کی بوتلیں ساتھ لے کر نکالا گیا کیونکہ انہیں اصرار تھا کہ ہم شراب چھوڑ نہیں سکتے، مگر

شراب کے ماحول کے بجائے، دینی ماحول میں روز و شب گزارنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود اپنے ہاتھ سے انہوں نے شراب کی بوتلیں توڑ ڈالیں اور تائب ہو کر مسلمان کی سی زندگی گزارنے لگے ایک کارکن نے بتایا کہ افریقہ میں جب پہلی جماعت گئی تو تبلیغ کے لوگ کرتہ پائجامہ میں تھے وہاں کے جن لوگوں کو انہوں نے کہہ سن کر اپنے ساتھ گشت کے لئے تیار کیا تھا، وہ کوٹ پتلون میں بعد کو یہ لوگ متاثر ہوئے اور جماعت کے ساتھ نکل کر ہندوستان آئے، مگر اس وقت ان کا حلیہ اور وضع قطع اتنی بدل چکی تھی کہ پاسپورٹ پر پہلے کی تصویر سے جب سرحد کے افسروں نے ان کا حلیہ ملایا تو وہ کہنے لگے یہ پاسپورٹ تمہارا ہے یا کسی اور کا یہ تو کوٹ اور ٹائی کی تصویر ہے اور تم لوگ دوسرا لباس پہنے ہوئے ہو۔

(۴) تبلیغ کے اس احکام کی ایک حیرت انگیز خصوصیت یہ ہے کہ اس کی عمر تیس برس سے زیادہ ہو گئی اور اس دوران میں اس کے رہنماؤں میں تین بار تبدیلی ہوئی مگر اس کے باوجود اس کا کام برابر بڑھ رہا ہے یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو جدید تاریخ میں کسی بھی دینی یا غیر دینی جماعت کو حاصل نہیں

تقریباً ہر جماعت کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ابتدا میں تو اس نے انسانوں کو متاثر کرنے کا کام اور بہت سے اچھے اچھے

ذہنوں کو کھینچنے میں کامیاب ہوئی مگر کچھ ہی دن گزرنے کے بعد اس کا یہ کام رک گیا جو لوگ شروع میں آگئے تھے بس انہیں پر جماعت محدود ہو کر رہ گئی کسی بھی تحریک کی تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ بعد کے مرحلے میں اس کے اندر ذہنی اضافہ کا وہ کام جاری رہا جو ابتدائی مرحلہ میں انجام پایا تھا۔ اگرچہ تحریکیں دوسرے مرحلہ میں پہونچنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں اور ایک لحاظ سے ان میں اضافہ بھی نظر آتا ہے۔ مگر یہ اضافہ اس نوعیت کا نہیں ہوتا جس نوعیت کا پہلے دور میں ہوا تھا، بعد کے مرحلہ میں ہر تحریک اس طرح نظر آئے گی کہ اس کے افراد بے روح ہو چکے ہیں، کاروباری نوعیت کی چیزوں میں تو بہت اضافہ ہو رہا ہے مگر مقصدی نوعیت کی چیزوں میں کوئی اضافہ نہیں دور سے موافقت یا ہمدردی ظاہر کرنے والے بڑھ رہے ہیں وہ بھی اس اعلیٰ مقصد کی خاطر نہیں جو شروع میں اختیار کیا گیا تھا، بلکہ ان کمتر درجہ کے نعروں کی بنیاد پر جن کی تحریک نے اپنے گرتے ہوئے ڈھانچہ کو سنبھالنے کے بعد میں اختیار کیا تھا

ان مثالوں کے اندر تبلیغی تحریک کی یہ ایک منفرد خصوصیت ہے، کہ آج بھی اس کے اندر انسانوں کے لئے اپیل ہے، بلکہ پہلے سے زیادہ ہے، یہ لوگ نہایت دلچسپی

کے ساتھ اس کے پروگراموں میں شریک ہوتے ہیں، نئے
نئے افراد کریا ت سے اس کی دعوت سے متاثر ہو رہے ہیں
زندگیوں میں تغیر کا کام پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری کے
ساتھ جاری ہے، نئے نئے طبقات میں دعوت پھیل رہی ہے
اور پھیلنا اس مفہوم میں نہیں ہے کہ کسی مسئے ادر جذباتی (شو
issue) پر اتفاق کرنے والے بڑھ رہے ہیں؛ بلکہ عین اسی
ٹھوس اور گہرے اسلامی مفہوم میں ہے جس مفہوم میں اس
داعی اول نے اپنے دعوتی کام کا آغاز کیا تھا

اس کی وجہ جو میں سمجھ سکا ہوں وہ غالباً یہ ہے کہ
عام طور پر جماعتیں یا پارٹیاں اپنے ماحول کی پیداوار ہوتی
ہیں کسی خاص حالات یا زمانے کے اندر وقت کے طبائع
کے مطابق ایک تحریک اٹھتی ہے، اس طرح کی تحریکیں اگرچہ
عام طور پر دائمی نوعیت کی اصطلاحیں استعمال کرتی ہیں، اور
اپنے فکر کا سرا ابدی حقائق سے ملاتی ہیں، مگر حقیقۃً یہ ایک
زمانی چیز ہوتی ہے، اور اس کے اندر ابدی پیغام کی آمیزش
ہو جب بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے وہ ابدی پیغام کا
صرف وقتی اڈیشن ہوتا ہے، اس کے برعکس تبلیغ کا یہ کام
فطرت کے دائمی تقاضوں کی تکمیل ہے، فطرت کے وہ تقاضے
جو اس کے خالق نے اول روز سے اس کے اندر رکھ دئے

ہیں اور جو حالات اور زمانے سے الگ اپنا مستقل وجود رکھتے ہیں۔ بس یہی تقاضے اس تحریک تبلیغ کا موضوع ہیں دین کی ابدی صداقتوں کے سوا اس تحریک کو اور کسی چیز سے کوئی دلچسپی نہیں

اگر اس تشریح کو صحیح مان لیا جائے تو اس میں ہمیں اس کا جواب مل جاتا ہے، کہ تبلیغ اور دوسری جماعتوں میں یہ فرق کیوں پایا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری جماعتوں کی بنیاد وقتی حالات پر ہے، اور تبلیغ کی بنیاد دائمی قدروں پر، دوسری تحریکوں میں جو چیز اپیل پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے، وہ زیادہ تر باہر کا ماحول ہے اس کے برعکس، تبلیغ، میں جو چیز اپیل پیدا کرنے والی ہوتی ہے وہ خود انسان کی وہ فطرت ہے، جو کبھی بدلتی نہیں، خارجی حالات تغیر پذیر ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب تک یہ حالات رہتے ہیں، اور انسانی ذہن ان کے مطابق سوچتا ہے، اس وقت تک ان کی بنیاد پر پیدا ہونے والی تحریکوں میں لوگوں کے لئے اپیل رہتی ہے اور وہ اس کی طرف کھنچتے ہیں مگر جب حالات بدل جاتے ہیں تو یہ اپیل بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد اپنے وقت کے حالات کی طرح یہ تحریک بھی محض ایک تاریخی چیز ہو کر رہ جاتی ہے، اس کے برعکس

تبلیغ کا یہ کام چونکہ انسان کی دائمی فطرت کے اوپر قائم ہے اس لئے اس کی اپیل کبھی ختم نہیں ہوتی۔ جب تک یہ کام اخلاص کے ساتھ جاری رہیگا اس کے اندر اپیل بھی باقی رہے گی خواہ زمانہ کتنا ہی کیوں نہ بدل جائے

زمانی تحریکیں زمانہ ختم ہونے کے بعد لازماً معدوم نہیں ہو جاتیں، وہ اکثر اس کے بعد بھی باقی رہتی ہیں مگر بعد کے زمانے میں ان کی حیثیت تحریک سے زیادہ فرقہ کی ہو جاتی ہے وہ ایک لگا بندھا گروہ ہوتا ہے، جو محض گروہی تعصب کے سہارے اپنا وجود باقی رکھتا ہے، جب کہ تحریک کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر شعور ہو اسی کے ساتھ وہ ارتقاپذیر بھی ہو، تحریک سے جب اس کا ابتدائی شعور رخصت ہو جائے اور جب نئے افراد کا اضافہ نہ ہو رہا ہو تو اس کے لئے تحریک کے بجائے فرقہ کا نام زیادہ صحیح ہوگا اس کے برعکس وہ تحریک جو دائمی قدروں کی بنیاد پر اٹھی ہو اس میں ہمیشہ شعور اور ارتقاء کی صلاحیت باقی رہتی ہے زمانہ اس کو ختم نہیں کرتا، اور اگر کارکنوں کی غفلت سے کبھی وہ سست پڑ جائے تو دوبارہ اسے زندہ کیا جاسکتا ہے

(۵) نظام الدین میں ایک شخص نے لپک کر مجھے اس طرح سلام کیا جیسے وہ میرا پرانا شناسا ہو میں نے دیکھا تو خوبصورت

ڈاڑھی کے ساتھ ایک نوجوان چہرہ مسکرا رہا تھا، تعارف کے بعد میں نے پہچانا کہ یہ وہی شخص ہے جن سے تعلیم کے زمانے میں ان کے سرپرستوں کو شکایت تھی۔ ان کے بڑے بھائی نے یہ کیا کہ علی گڑھ کی تعلیم ختم کرنے کے بعد انہیں اگلی زندگی کے آغاز سے پہلے تبلیغی جماعت کے ساتھ ایک چلہ میں بھیج دیا چالیس دن جماعتوں میں رہنے کے اس پروگرام میں اب صرف چند دن باقی تھے اور اس مدت میں وہ اچھے خاصے "مسلمان" بن چکے تھے

نظام الدین کے اس سفر سے واپسی کے فوراً بعد مجھے چند ہفتے علی گڑھ میں قیام کرنا پڑا وہاں میں نے دیکھا کہ اسی طرح کے نوجوان سیکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اور یہ صرف پچھلے چند سالوں کے اندر ہوا ہے، علی گڑھ کے ایک تبلیغی کارکن، جو ایک شعبہ میں لکچرر ہیں، انہوں نے مجھ سے بڑے جوش کے ساتھ کہا۔ "ہم جب کسی شخص کو نظام الدین لے جاتے ہیں تو اس اعتماد کے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہاں سے وہ خالی نہیں لوٹ سکتا" اور میں نے دیکھا کہ واقعات اس کے ان الفاظ کی تائید کر رہے ہیں یونیورسیٹی کے طلبا، جو ہمیشہ سے اپنی "نیچریت" اور مغرب زدگی کے لئے مشہور تھے اور جن کی تعلیم بھی ایسی ہے۔ جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں،

وہ جب نظام الدین جاتے ہیں اور چلوں میں نکلتے ہیں۔ تو ایسا بدل جاتے ہیں، کہ یہ تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ یونیورسیٹی کے طالب علم ہیں، یا کسی عربی درس گاہ کے۔ بلکہ ان میں سے کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے۔ جن کا اخلاق، جن کی دینداری اور جن کی خدا ترسی اس درجہ کو پہونچ گئی ہے کہ عربی مدارس کے طلباء بھی ان پر رشک کریں، سیکڑوں طلباء ہیں جن کے اندر خدا ترسی، نماز باجماعت، نوافل، خدمت خلق، انفاق، دعاء، ذمہ داری اور اسلامی وضع قطع کی صفات پیدا ہو گئی ہیں، حتیٰ کہ وہاں ایسے مناظر نظر آتے ہیں، جو عربی مدارس میں مشکل سے دکھائی دیں گے، مثلاً امتحان کے زمانہ میں اگر آپ وہاں .... ہوں تو آپ وہاں دیکھینگے کہ طلبہ جوق در جوق مسجد میں آتے ہیں، وضو کر کے دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھتے ہیں، اور اس کے بعد دعا کر کے امتحان ہال میں پرچہ حل کرنے کے لئے جاتے ہیں

علی گڑھ میں آج عام طور پر ایک دینی فضاء معلوم ہوتی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں تھی، صرف چند سال پہلے کی بات ہے مولانا قاری محمد طیب صاحب وہاں تقریر کرنے کیلئے تشریف لائے، مگر اس وقت تک طلباء میں دین کے استخفاف کا ایسا ذہن تھا، کہ فقرے بازی اور شور وغل کی وجہ سے

مولانا اپنی تقریر مکمل نہ کر سکے اور قبل از وقت اٹھ کر چلے گئے، اب پچھلے سال دوبارہ یونیورسٹی میں آئے اور ڈھائی تین ہزار کے مجمع میں ان کی تقریر ہوئی، مگر سارا مجمع آخر تک بالکل ساکت و صامت بنا رہا یونیورسٹی کی فضا میں یہ تبدیلی خاص طور پر تبلیغی جماعتوں کی کوششوں کا ثمرہ ہے مسلم یونیورسٹی میں دینیات کا مضمون تمام طالب علم کے لئے لازمی ہے، ہر ہاسٹل میں باقاعدہ مسجد اور امام اور مؤذن کا انتظام ہے، دینی امور کی نگرانی کے لئے ایک مستقل ناظم کا عہدہ ہے اور اس کے علاوہ وہ سب کچھ جس کو یونیورسٹی کا اسلامی کردار" کہا جاتا ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلم یونیورسٹی کی ساری تاریخ میں کبھی بھی دین کا وہ وقار و احترام پیدا نہیں ہوا جو آج کل وہاں دکھائی دیتا ہے، یہ ہے اس تحریک کا نتیجہ جو محدود اور دقیانوسی تحریک سمجھی جاتی ہے اور اس مقام پر جو ہندوستان میں مغربیت کا سب سے بڑا گڑھ ہے

یہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ یہ تو اس عظیم مسئلہ کا ایک نہایت آسان حل ہے جو ہماری ملت کو عرصہ سے درپیش ہے، مگر ہمارے رہنما جس کا حل نکالنے میں ناکام رہے ہیں، یعنی جدید سکولر تعلیم کے بعد نوجوانوں کو اس کے بُرے اثرات سے

بچانا، موجودہ زمانے میں مغربی طرز کی سیکولر تعلیم زندگی کی ایک ناگزیر ضرورت بن گئی ہے، اس تعلیم کا تعلق نہ صرف معاش سے بہت گہرا ہوچکا ہے، بلکہ قرآن کے الفاظ میں وہ وقت کی قوت ہے اور دنیا میں باوقار اور مستحکم قومی زندگی کی تعمیر کے لئے اُس کا حصول ناگزیر ہے، مگر اس تعلیم کے ساتھ کچھ ایسی روایات شامل ہوگئی ہیں اور اس کا ایسا ماحول بن گیا ہے، کہ اس تعلیم کے بعد دہریت ورنہ کم ازکم بےعملی کا شکار ہوجانا عام ہوگیا ہے پھر جب اس تعلیم کے لازمی نتیجہ کے طور پر خوش حالی اور مادی فراوانی حاصل ہوتی ہے اور اس وقت تو یہ سیکولر تعلیم روایتی دیوار قہقہہ کی شکل تقریباً کرلیتی ہے کہ جو اس پر چڑھتا ہے وہ دین سے بے تعلق ہوکر بےساختہ دوسری طرف کو دپڑتا ہے، مگر علی گڑھ اور نظام الدین میں کالجوں کے طلبہ کا جو منظر میں نے دیکھا وہ ہماری رہنمائی اس طرف کرتا ہے کہ ہم ایک اور دیوار قہقہہ تعمیر کرسکتے ہیں جب کہ ہمارے نوجوان سیکولر تعلیم کی دیوار پر چڑھیں اور اسلام کی سرزمین میں کود یں

خدا کے فضل سے نظام الدین اور تبلیغی تحریک کی شکل یہ دوسری قسم کی دیوار قہقہہ تعمیر ہوچکی ہے، اب ہر شخص جو اپنے بچوں کو جدید تعلیم دلانا چاہتا ہے، اُسی کے ساتھ

اسے یہ بھی طے کر لینا چاہیئے کہ وہ اپنے بچہ کو دوران تعلیم میں چھٹیوں کے زمانے میں کبھی کبھی نظام الدین بھیجتا رہے گا، اور ختم تعلیم پر عملی زندگی شروع کرنے سے پہلے اس کو ایک چلہ ضرور کرائے گا

تعلیم کے ساتھ یہ اضافہ انشاء اللہ اس کی دینی زندگی کی ضمانت ہوگی بغیر اس کے کہ اس کی تعلیم کو کسی قسم کا نقصان پہونچے، میں نے علی گڑھ میں دیکھا کہ تبلیغی نوجوان نہایت دل جمعی کے ساتھ اپنی تعلیمی زندگی میں مشغول رہتے ہیں، اور بہتر نمبروں سے پاس ہوتے ہیں، اصل میں دین کا جزء جب زندگی میں داخل ہو جاتا ہے تو آدمی کے اندر ایک طرح کی ذہنی تنظیم پیدا ہو جاتی ہے، وہ سنجیدہ اور باشعور ہو جاتا ہے، اس کے اوقات بہت سے فضول کاموں سے بچ جاتے ہیں وہ ایک بامقصد نقطۂ نظر کا حامل ہو جاتا ہے ان چیزوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو زیادہ احساس ذمہ داری اور زیادہ باقاعدگی سے گزارنے لگتا ہے، اس اضافہ کے ساتھ کہ ہر معاملہ میں اسے اللہ کی یاد بھی آتی رہتی ہے اور وہ خدا کی اطاعت کا پابند ہو کر اپنے سارے کام انجام دیتا ہے، جو زندگی میں برکت کا نور پیدا کرتا ہے

تبلیغی کام کو اللہ تعالیٰ نے یہ برکت دی ہے کہ عرب ممالک

سے لے کر یورپ اور امریکہ تک اس کا کام ہو رہا ہے۔ کثرت
سے تبلیغی وفود باہر جاتے ہیں اور باہر سے ہندوستان آتے
ہیں، اور یہاں جماعتوں میں رہ کر پھر واپس جاتے ہیں، اکثر
بیرونی مقامات پر باقاعدہ تبلیغ کا مرکز ہے، اور اس کا نظم
قائم ہے، اور تبلیغ کے مستقل حلقے وجود میں آ گئے ہیں، یہ صورت
حال ہم کو مزید موقع فراہم کرتی ہے، وہ یہ کہ طلبہ کو باہر بھیجنا
ہو تو ان کو کسی تبلیغی وفد کے ساتھ بھیجا جائے، اور اگر بروقت
یہ ممکن نہ ہو تو یہ کوشش کی جائے کہ طالب علم جس ملک میں جائے
وہاں حتی الامکان وہ وہاں کے تبلیغی حلقہ سے قریب رہے
اس طرح کی سیکڑوں مثالیں وجود میں آ چکی ہیں اور اس
طریقہ کو اختیار کر کے نوجوانوں کے بیرونی تعلیمی سفر کو
بڑی حد تک خطرات سے محفوظ کیا جا سکتا ہے

آج مسلم قوم سیکولر تعلیم کے میدان میں پوری طرح
کود پڑی ہے، ہمارے تمام بہترین نوجوان سیکولر اداروں
میں تعلیم پا رہے ہیں، اگر اس کے ساتھ مندرجۂ بالا پروگرام
کو بھی شامل کر لیا جائے تو تعلیم یا آئندہ معاشی مستقبل میں کسی
قسم کا نقصان کئے بغیر ایک عظیم فائدہ حاصل کیا جا سکتا
ہے، یعنی ہمارے ذہنوں کا نہ صرف ضائع ہونے سے بچنا
بلکہ اپنی زندگی کی تعمیر کے ساتھ ملک کے اندر اور ملک سے

باہر تبلیغ دین کا زبردست ذریعہ بن جانا۔ اگر اس پہ عمل درآمد ہو تو انشاءاللہ وہی واقعہ دوبارہ ظہور میں آسکتا ہے جو عرب کے مسلمان تاجروں کے دنیا بھر میں پھیلنے سے ہوا تھا

۷۔ تبلیغ کے اس کام میں زیادہ تر شخصی طور پہ بات پہونچانے پر بھروسہ کیا جارہا ہے، یعنی گفتگو، تقریر، ملاقاتوں اور سفروں کے ذریعہ براہ راست طور سے اپنے خیالات دوسروں کو منتقل کرنا، اس طریقہ میں پریس کا حصہ صرف اس قدر ہے کہ فضائل اعمال اور واقعات صحابہ کی کچھ کتابیں لکھ کر چھپوائی گئی ہیں جو تعلیم کے حلقوں میں پڑھ کر سنانے کے لئے استعمال ہوتی ہیں اور جن سے کارکنوں کو اپنی تبلیغ کے لئے مواد ملتا ہے، جب کہ حقیقۃً پریس کے جدید تصور کے مطابق یہ نفی کے برابر ہے، تبلیغ کی طرف سے کبھی کوئی رپورٹ شائع نہیں کی جاتی، حالانکہ رپورٹ کے لئے ان کے یہاں اتنا زیادہ اور کبھی ختم نہ ہونے والا مواد ہے کہ شاید ہی کسی جماعت کے پاس اتنا مواد ہو، ریلیف ورک اور ملی خدمات کے سلسلے میں بھی ان کے یہاں کہنے کی باتوں کی کمی نہیں۔ مگر کبھی اس قسم کی کوئی چیز اخباروں میں دیکھی نہیں گئی، ہر سال اتنے بڑے بڑے اجتماعات ہوتے ہیں کہ بلا مبالغہ ہندوستان یا پاکستان میں کسی بھی دینی جماعت کا

اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوتا، مگر ان کے لئے ایک بھی اشتہار یا ہینڈبل کبھی شائع نہیں کیا گیا اور نہ لاؤڈ اسپیکر سے اعلان کیا گیا مستقل طور پر ہزاروں انسان تبلیغ کے کام میں روز وشب متحرک رہتے ہیں، مگر ان لوگوں کو جمع کرنے، انہیں متحرک کرنے اور ہدایات دینے کے لئے کوئی رسالہ یا اخبار اس کی طرف سے جاری نہیں کیا گیا، اس بارے میں تبلیغ کے لوگ اس قدر شدید ہیں کہ بعض بزرگوں نے اپنے طور پر تبلیغ کے کارکنوں کو لٹریچر فراہم کرنے کے لئے لکھیں مگر وہ تبلیغ کے حلقہ میں پھیل نہ سکیں، حتیٰ کہ مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ ایک اجتماع کے موقع پر ایک بار مقامی اخبار نے اپنے طور پر اجتماع کی خبر شائع کر دی تو ایڈیٹر سے مل کر اس کی شکایت کی گئی

یہ شدت بہت سے لوگوں کو پسند نہیں آئے گی، مگر اس شدت نے تبلیغ کے اس کام میں ایک خاص قدر پیدا کر دی ہے جو اس وقت کسی بھی تحریک میں موجود نہیں، اور وہ ہے تاثیر کی قوت، یہ ایک واقعہ ہے کہ آدمی جب بذات خود اپنے عقیدہ کی تبلیغ کر رہا ہو تو اس کی شخصیت کا پورا زور اس کی تبلیغ کے اندر آجاتا ہے، اس کے الفاظ میں اس کے کردار کی شیرینی، اس کے لہجہ میں اس کے قلب کا سوز وگداز

اس انداز میں اس کے یقین کی جھلک اور اس کے خیالات میں ایک جیتی جاگتی زندگی کا مجسم وزن شامل ہو جاتا ہے، نیز اگر یہ گفتگو ماحول کے اندر ہو رہی ہے تو ماحول اس وزن کے اضافہ میں مزید شریک ہو جاتا ہے، ریڈیو سے کمنٹری سننے اور کرکٹ میچ کے سامنے موجود ہونے میں جو فرق ہے، وہی فرق مزید شدت کے ساتھ زبانی تبلیغ اور کتابی تبلیغ میں پایا جاتا ہے

اس کے علاوہ زبانی تبلیغ میں اور بہت سے فائدے ہیں، مثلاً اگر دورانِ تبلیغ میں ضرورت محسوس ہو تو طریق تبلیغ میں بر وقت تبدیلی کی جا سکتی ہے، جب کہ کتاب یا رسالہ یہ کام نہیں انجام دے سکتا، نظام الدین کی ایک تقریر میں یہ واقعہ بتایا گیا ہے کہ ایک جگہ مداری بندر نچا رہا تھا، تبلیغ کے لوگوں کو خیال ہوا کہ اس کو نماز پڑھانی چاہئے، مدرسہ کے کچھ معلمین اس پر تبلیغ کے لئے بھیجے گئے مگر وہ ناکام واپس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے بہت کچھ سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہیں مانتا تو ہم کیا کریں، ماعلینا الا البلاغ اس کے بعد تین ایسے آدمی اس کے پاس بھیجے گئے جو ذہنی اور معاشرتی اعتبار سے مداری ہی کی سطح کے تھے، انہوں نے کہا۔ میاں بندر نچا نچا کر زندگی خراب کر رہے ہو آخرت میں تم کو خدا کے فرشتے اسی طرح نچائیں، یہ جملہ مداری کو

لگ گیا، تھوڑی سی گفتگو کے بعد وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو لیا اور مسجد میں پہونچ کر بندر بندریا کو باہر باندھا اور خود اندر جاکر نماز پڑھی

اس طرح زبانی مبلغ کو یہ موقع حاصل رہتا ہے کہ اگر مخاطب بات نہ سمجھ رہا ہو تو بروقت اس کی ایسی عملی وضاحت کردے کہ اس کے لئے سمجھنا آسان ہو جائے، ایک صاحب جو تبلیغ کے سلسلے میں عرب گئے تھے، انہوں نے اپنی تقریر میں بتایا کہ عرب علماء کو جب انہوں نے تبلیغی کام میں شرکت کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ یہ قرآن اترنے کی زمین اور رسول کے بعثت کی جگہ ہے، یہاں تو سارے لوگ دین سے واقف ہیں، یہاں تبلیغ کی کیا ضرورت، اس کے بعد ان سے کہا گیا اچھا ہمارے ساتھ چلئے اور چل کر دیکھئے کہ آپ کے عوام کی کیا حالت ہے، انہوں نے کہا کہ وہیں کے ایک شخص کو ہم نے پکڑا اور اس سے کہا کہ، قل اعوذ برب الفلق پڑھ کر سناؤ، تو عرب کے اس مسلمان شہری نے کہا، اعوذ برب الفلق،، قل کے بغیر، یہ کہتے تھے قل اعوذ برب الفلق تو اس کو سن کر عربی کہتا تھا اعوذ برب الفلق اصل میں وہ نہ تو یہ جانتا تھا، کہ یہ قرآن کی کوئی سورۃ ہے اور نہ اسے سورہ یاد ہی تھی—

اس لئے "قل" کو "پڑھو" کے معنی میں لے کر اس کے آگے کے
الفاظ "اعوذ برب الفلق" اپنی زبان سے ادا کر دیتا تھا
اسی طرح کئی بار ہوا، یہاں تک کہ تبلیغی کارکن نے کہا
"قل قل اعوذ برب الفلق" تب جا کر اس نے سورۂ فلق
کو اپنی زبان سے دہرایا، اسی طرح طائف کے کچھ لوگوں
سے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے لئے کہا گیا تو صرف سورۃ فاتحہ
میں ایک درجن غلطیاں تھیں، یہ دیکھ کر عرب کے علماء رو
پڑے اور انہوں نے کہا، "ہم نہیں جانتے تھے ہمارے عوام
علم دین سے اتنے کورے ہیں"

پھر زبانی طور پر اور گھوم پھر کر بات پہونچانے کا ایک
فائدہ یہ بھی ہے کہ مخاطب سے ارتباط اور اختلاط داعی
کے ذہن میں نئے نئے مضامین لانے کا سبب بنتا ہے، بات
کو مؤثر بنانے کے لئے نئی نئی مثالیں ملتی ہیں اور گفتگو زیادہ
سے زیادہ سادہ اور حقیقی ہو کر مخاطب کے ذہن سے قریب
ہوتی چلی جاتی ہے جب کہ تصنیف میں ایسا نہیں ہو سکتا
اسطرح کے اور بہت سے فائدے ہیں جو اسطریق تبلیغ سے حاصل ہوتے ہیں

۷۔ تبلیغ کے اس کام کو ایک اور موقع (ADVANRAGE)
یہ حاصل ہے کہ اس کی تبلیغ کا تمام تر انحصار وجدانیات
پر ہے نہ کہ عقلیات پر، دعوت کے دو طریقے ہو سکتے ہیں

ایک ہے ذہن کی راہ سے مخاطب کے اندر گھسنا، دوسرے وجدان واحساس کی راہ سے گھسنا، پہلی صورت میں عقلی اور منطقی طور پر بات کو ثابت کر کے مخاطب کے لئے قابل قبول بنایا جاتا ہے دوسری صورت میں جذبات کو ابھار کر مخاطب کو اس کی طرف لیجانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جو لوگ فلسفیانہ افکار سے آشنا ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ پہلا راستہ کس قدر نازک اور مشکل ہے، حقیقت یہ ہے کہ خالص عقلی اور منطقی طور پر کسی نقطۂ نظر کو ثابت کرنا بے حد مشکل بلکہ بہت سے لوگوں کے نزدیک، کم از کم اب تک کے عقلی ارتقاء کے مطابق ناممکن ہے، حتیٰ کے موجودہ عقلی زمانے میں بھی اگر اس نوعیت کی کسی تحریک کو کامیابی ہوئی ہے تو وہ اس کے علمی استدلال کی بنا پر نہیں، بلکہ زیادہ تر اس بنا پر کہ اس کے ساتھ اتفاق سے جذباتی پہلو بھی شامل تھا، یہاں اشتراکیت جمہوریت اور ارتقاء کے نظریات کو مثال میں پیش کیا جا سکتا ہے، یہ ایک واقعہ ہے کہ اشتراکیت ابھی تک خالص علمی اعتبار سے ثابت شدہ نہیں، جمہوریت پر علمی اعتبار سے ایسے کثیر اعتراضات کئے گئے ہیں کہ اس کے حامی ابھی تک اس کا کوئی جواب فراہم نہیں کر سکے، حیاتیاتی ارتقاء کا نظریہ

علمی اعتبار سے اپنے اندر اس قدر خلا رکھتا ہے کہ اس کو نظریہ کے بجائے اعتقاد کہنا زیادہ صحیح ہوگا، ان نظریات کی کامیابی کا راز ان کی عقلی و منطقی بنیادوں میں نہیں بلکہ اس عذباتی فضا میں ہے جو اس طرح کے کسی قصور کو قبول کرنے کے لئے پہلے سے آمادہ تھی۔

یہی صورت مذہب کے معاملہ میں بھی ہے، امام رازی سے لے کر ڈاکٹر اقبال تک اور اگر تاریخ کو اور قریب تک لانا چاہیں تو بہت سی زندہ شخصیتوں کے نام بھی اس فہرست میں شامل کر سکتے ہیں، بہر حال جس نے بھی خالص عقل اور منطق کی سطح پر مذہبی حقائق کا اثبات کرنے کی کوشش کی ہے، اس کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی ہے، اگر کسی شخص کو اس طرح کی کوشش میں کامیابی کے عناصر نظر آتے ہیں تو وہ محض اس کے تصور علم کی بنا پر ہوگا نہ کہ اس بنا پر کہ فی الواقع کوئی اس میدان میں کامیاب ہوا ہے

جو لوگ فلسفیانہ ڈھنگ پر سوچنے کے عادی نہیں ہیں، ان کو میری بات کچھ عجیب سی معلوم ہوگی کیونکہ صورت واقعہ یہ ہے کہ ہر شخص خواہ وہ جذباتی تبلیغ ہو یا عقلی مصنف، اپنی بات کو مدلل شکل ہی میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ استدلال

(REASONING) کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ مخاطب کے ذوق، اس کے وجدان اور اس کے لاشعور کے مطابق بات کو قابل فہم اور مؤثر بنایا جائے اور دوسرے یہ کہ خالص علمی اور منطقی اعتبار سے نہ کسی خاص مخاطب کے پیش نظر بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے پہلی صورت وجدانی ہے اور دوسری عقلی۔

مثال کے طور پر ایک شخص صحبت کا فلسفہ ثابت کرنے کے لئے کہتا ہے کہ: چراغ سے چراغ جلتا ہے، اسی طرح شخصیتوں سے شخصیتیں روشن ہوتی ہیں، اس کے جواب میں دوسرا شخص نہایت آسانی کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ یہ ایک مثال ہے نہ کہ دلیل، اور محض مثال سے کچھ ثابت نہیں ہوتا، اسی طرح اگر ایک شخص اس نظریہ پر یوں استدلال کرے کہ: انڈا مرغی کے پروں کی صحبت میں ۲۱ روز رہتا ہے تو اس میں سے بچہ نکل آتا ہے پھر ایک بزرگ کی صحبت سے کیا کچھ نتیجہ نہ نکلے گا، تو اس کے جواب میں بھی کوئی سر پھرا نہایت آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ انڈے سے بچہ نکلنے کا تعلق حرارت سے ہے نہ کہ صحبت سے اور حرارت بھی صرف اس انڈے سے بچہ نکال سکتی ہے جس کے اندر پہلے سے بچہ کا جرثومہ موجود ہو، ورنہ

برآمد نہیں کیا جا سکتا۔

جذباتی تبلیغ کرنے والوں کے تمام دلائل اسی قسم کے ہیں اس اضافہ سے میرا مقصد صرف یہ واضح کرنا ہے کہ تبلیغ والوں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ عملی طور پر ان لوگوں سے زیادہ مفید اور مؤثر ہے جو عقل و منطق کی راہ سے دین کا اثبات کرنے میں لگے ہوئے ہیں، خالص عقل کی راہ سے ثابت کرنے کی کوشش دراصل ایک ایسے عنقا کو پکڑنے کی کوشش کی ہے جو ابھی تک دریافت نہیں ہوئی، مگر دوسری ایک چیز اور ہے جو آج بھی موجود ہے، وہ ہے فطرت اور روایت، اور میں مبالغہ نہیں کروں گا اگر میں کہوں کہ آج بھی ۹۹ فیصدی لوگوں کی شخصیت حقیقتاً فطرت اور روایت ہی کے تحت بنی ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے دین فطرت پر پیدا کیا ہے، اور یہ فطرت لازمی طور پر ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے، مگر جو لوگ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں ان کے ساتھ فطرت کے علاوہ ایک اور موافق عنصر بھی شامل ہے، اور وہ روایت ہے، تاریخی اور نسلی اثرات، خاندان اور ماحول کی تربیت اور بہت سے لوگوں کے لئے ان کی تعلیم کم از کم ابتدائی تعلیم، آج بھی لاشعور کی سطح پر انہیں مسلمان

بنائے ہوئے ہے، وہ بظاہر خواہ بے دین نظر آتے ہیں مگر فطرت اور روایت نے مل کر ان کا جو اندرونی سانچہ بنایا ہے وہ تقریباً ہر ایک کا اسلامی ہے یہی وجہ ہے کہ تبلیغ کے لوگ جب جذباتی باتیں کرتے ہیں تو سننے والوں کا ذہن جاگ اٹھتا ہے، جب وہ جنت اور جہنم کی تفصیلات بتاتے ہیں تو ان کے دل دہلنے لگتے ہیں، جب وہ دعاؤں کے ذریعہ اندرونی احساسات کو چھیڑ تے ہیں تو بڑے بڑے دو بے دینوں کی آنکھ سے بھی آنسو نکل آتے ہیں، یہ باتیں خواہ عقلی و منطقی اعتبار سے بے بنیاد (INVALID) سہی مگر وہ کم از کم اب تک کے انسانوں کے اندر وجدانی اپیل رکھتی ہیں، اور اس طرح کی آوازوں کے سایہ میں جب آدمی کچھ دن زندگی گذارتا ہے تو اس کا شعور زندہ ہو کر اس کی شخصیت پر چھا جاتا ہے اور اُس کو دوبارہ مسلمان بنا دیتا ہے تبلیغ والوں کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ ہے انہوں نے عقلی عنقا کو پکڑنے کی کوشش نہیں کی بلکہ موجودہ جذباتی بنیاد، اگرچہ غیر منطقی بنیاد، استعمال کیا، اور تجربہ بتاتا ہے کہ وہ اس میں پوری طرح کامیاب رہے

(منقول از ماہنامہ الفرقان ماہ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ)

(۴)

تقریر کا فائدہ کب ہوگا؟

از حضرت مولنا منظور نعمانی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ربیع الاول کا مبارک مہینہ اب ختم ہونے والا ہے، ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر سارے عالم اسلامی میں، ذرا سوچئے کہ اس مہینہ میں سیرت نبوی ؐ کے موضوع پر چھوٹے بڑے کتنے جلسے ہوئے ہونگے، کسی کے امکان میں ہے جو ان جلسوں کی شمار بھی معلوم کر سکے۔ بلا مبالغہ لاکھوں ہی جلسے ہوئے ہونگے اور یقیناً ان میں سے ہزاروں جلسوں میں بہت ہی مفید اور اعلیٰ قسم کی تقریریں ہوئی ہونگی، کہیں نہایت مؤثر اور علوم معارف سے لبریز مقالات پڑھے گئے ہونگے۔ علیٰ ہذا عالم اسلامی میں جو لاکھوں

اخبارات نکلتے ہیں بھلا ان میں کون ایسا اخبار ہوگا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور آپ کے مقدس پیغام کا تذکرہ اپنے امکان بھر موثر اور دلنشین انداز میں اس مہینہ میں نہ کیا گیا ہو۔ اس کے بعد سوچئے کہ ان جلسوں اور تقریروں نے اور ان مضامین اور مقالوں نے مسلمانوں کی زندگی پر کتنا اثر ڈالا ۔؟

اگر آپ انصاف اور دیانتداری سے سوچیں گے تو یقیناً آپ اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ کچھ بھی پڑا ، یا اگر کچھ پڑا تو اس کو کام کی وسعت اور ہمہ گیری سے کوئی بھی نسبت نہیں!

اگر اللہ تعالیٰ نے تفکر کی صلاحیت سے ہم کو بالکل محروم نہیں کر دیا ہے تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ تقریروں اور مقالوں کی اس بے تاثیری کا خاص سبب کیا ہے ۔

میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہر سال بعض ایسے اچھے اچھے اور ایمان افروز مقالے اخباروں اور رسالوں میں شائع ہوتے ہیں اور بعض ایسی بہترین اور مفید ترین تقریریں ان جلسوں میں ہو جاتی ہیں ، جو پڑھنے والوں اور سننے والوں میں ایمانی روح اور ایمانی زندگی پیدا کرنے اور ان کی مکمل کایا پلٹ کرنے کے لئے بالکل کافی ہونی چاہئیں ، لیکن زندگی تو کیا بدلتی ، ہم اور

آپ سب دیکھتے ہیں کہ سننے اور پڑھنے والوں کی زندگی کے کسی گوشہ پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

اصل بات یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے تذکروں سے، اور دینی باتوں سے وہ اثر لینے کے لئے جو ان کا حق ہے، اللہ اور رسول اور آخرت پر ایک خاص درجہ کا ایمان اور دین سے ایک خاص درجہ کی مناسبت، اور کسی درجہ میں اس سے مطابقت رکھنے والا ماحول ضروری ہے، اور امت کا سوادِ اعظم اب سے بہت پہلے اس سرمایہ سے تہی دامن اور مفلس ہو چکا ہے، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ اچھی عمدہ اور مقوی غذا سے قوت حاصل کرنے کے لئے معدہ اور جگر میں اس کو ہضم کر سکنے اور اس سے صالح خون حاصل کر لینے کی صلاحیت اور قوت اور مناسب آب و ہوا میسر ہونا ضروری ہے، جو شخص اپنی اندرونی بیماریوں کی وجہ سے انڈا اور مرغ کا گوشت ٹھیک طرح سے ہضم نہ کر سکے اور اس کا جسم ان بہترین غذاؤں سے صالح خون حاصل نہ کر سکے، وہ نہ صرف یہ کہ ان سے طاقت حاصل نہ کر سکے گا، بلکہ ممکن ہے کہ یہ چیزیں اسی کی بیماری کو اور زیادہ بڑھانے کا سبب بن جائیں۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود ::

اس وقت مسلمان قوم کا عام حال یہی ہے کہ اللہ و رسول کی اور دین کی باتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے جو ایمانی استعداد اور دین کے ساتھ جس درجہ کی روحانی مناسبت اور جس طرح کا ماحول ضروری ہے، عام مسلمان قوم میں وہ موجود نہیں ہے، اس لئے تقریر اور تحریر کی بہترین قوتیں اور خطابت و انشار کا اعلیٰ سے اعلیٰ سرمایہ اس وقت ضائع جا رہا ہے

"فوا اسفاہ واحسرتاہ!"

بارہا کا بلکہ اب تو روزمرہ کا تجربہ ہے کہ ایک ہی تقریر جو ایمانی استعداد اور دین سے روحی مناسبت رکھنے والے اللہ کے بندوں سے بہت کچھ کرا لیتی ہے، اور کئی کئی دن کے لئے ان کے چین و آرام کو رخصت کر دیتی ہے، اسی تقریر کو دوسرے لوگ تقریر اور خطابت کی حیثیت سے قابل داد و تحسین سمجھنے کے باوجود کانوں کی راہ سے ذائقہ لینے کے سوا اس سے اور کوئی اثر نہیں لیتے۔

سنا ہے کہ بہت سے کتاب دوست پڑھنے کے شوقین حضرات بستر پر لیٹے لیٹے امام غزالیؒ کی کتابیں بھی پڑھتے ہیں اور جب پڑھتے پڑھتے طبیعت بھر جاتی ہے یا مطالعہ کا مقررہ

وقت پورا ہو جاتا ہے تو کتاب سرہانے کی چیز پر رکھ کر اطمینان سے سو جاتے ہیں لیکن اگر ایمان استعداد اور دین سے روحی مناسبت کسی کو حاصل ہو تو وہ امام غزالیؒ کی یہی کتابیں پڑھ کر خواب و خور دھول جاتا ہے ۔

اور بندوں کی تقریر و تحریر کا کیا ذکر جب کہ بندوں کے خالق اور پروردگار نے اپنے کلام پاک اور مقدس کتاب کے بارہ میں فرمایا "هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ" جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید سے بھی پورا فائدہ اٹھانے اور نور ہدایت حاصل کرنے کے لئے ایک درجہ کا تقویٰ، یعنی انجام کا فکر ہونا اور ایمان بالغیب کی صفت کا اندر پیدا ہو جانا ضروری ہے

بعض صحابہ کا مقولہ مشہور ہے ۔ "تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ ثُمَّ تَعَلَّمْنَا الْقُرْآنَ" یعنی ہم نے پہلے حضورؐ سے ایمان و یقین کی صفت حاصل کی اور اس کے بعد قرآن کا علم حاصل کیا ۔

آج جو ہم یہ منظر دیکھ رہے ہیں کہ بہت سے سمجھ کر قرآن پڑھنے والوں کی، بلکہ قرآن کے "معارف" پر کئی کئی جلدوں میں کتابیں لکھنے والوں کی زندگیاں قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم، کی ہدایت اور تعلیم سے کوئی مطابقت

نہیں رکھتیں، یہ سب نتیجہ ہے اسی غلطی کا کہ قرآن سے روح کے متاثر ہونے کے لئے جو ایمانی استعداد، جو صفت یقین، اور اللہ اور رسول کے ساتھ جو قلبی تعلق ضروری ہے۔ اس کی طرف سے عام بے نیازی اور بے فکری برتی جارہی ہے

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رح نے اپنے مکتوبات میں غالباً کئی جگہ ہدایت فرمائی ہے کہ سالک کو ابتدا میں قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول نہیں ہونا چاہئے بلکہ پہلے نفی اثبات (یعنی لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ) کے ذکر کی کثرت کے ذریعہ وہ ایمانی استعداد، اور اللہ کے ساتھ وہ قلبی لگاؤ پیدا کر لینا چاہئے جس کے بعد قرآن مجید کے انوار و فیوض سے وہ بہرہ ور ہو سکے، اور جب یہ چیز نصیب ہو جائے تو پھر اس کو قرآن پاک میں زیادہ مشغول ہونا چاہئے بات تو بالکل سیدھی بلکہ بدیہی ہے لیکن حقائق سے ناواقفی، غلط بینی، اور کج فہمی جب عام ہو جائے، تو بدیہی چیزیں بھی نظری بن جایا کرتی ہیں

اللّٰھم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعہ و ارنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابہ

(ماہنامہ الفرقان ربیع الاول ۱۳۷۰ھ)

مولانا یوسف صاحبؒ کے دو عظیم الشان کام

دعوت اور تصنیف حیاۃ صحابہؓ

حیاۃ صحابہ = ہر مبلغ کیلئے مشعل ہدایت اور رہبر راہ حق ہے،
حضرت مولانا یوسف صاحبؒ کی ہزاروں خوبیوں میں سے یہ
دو خوبیاں پوری دنیا ئے اسلام قیامت فراموش نہیں کر سکے گی،
(۱) ایک دعوت اصلاح و تبلیغ دین (۲) دوسرے حیاۃ صحابہ رضی اللہ
جسمیں انہوں نے دعوت کے نقطہ نظر سے صحابہؓ کی پاک زندگی کے سارے
عملی گوشے کھول دیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لئے حضرات صحابہؓ ہی کی زندگی معیار ہو سکتی ہے کیونکہ یہی وہ مقدس طبقہ ہے جس نے براہ راست فیضان نبوت سے نور حاصل کیا اور اسی پر آفتاب نبوت کی کرنیں بلا کسی حائل و حجاب کے بلاواسطہ پڑیں اس لئے قدرتی طور پر جو ایمانی حرارت اور نورانی کیفیت ان میں آسکتی تھی وہ بعد والوں کو میسر آنی طبعاً ناممکن تھی اس لئے قرآن حکیم نے من حیث الطبقہ اگر کسی پورے کے پورے طبقہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صحابہ کرامؓ ہی کا طبقہ ہے اس نے انہیں مجموعی طور پر راضی و مرضی اور راشد و مرشد فرمایا ان کے قلوب کو تقویٰ و طہارت سے جانچا پرکھا

تبلایا اور انہیں کے رکوع وسجود کے نورانی آثار کو جوان کی پیشانیوں پر بطور گواہ نمایاں تھے ان کی عبودیت اور ہمہ وقت سرنیاز خم کیئے رہنے کی شہادت کے طور پر پیش فرمایا اس لئے امت کا یہ اجماعی عقیدہ مسلسل اور متواتر چلا آرہا ہے کہ صحابہ کُل کے کُل عدول اور متقن ہیں ان کے قلوب ونیّات کھوٹ سے بری ہیں اور ان کا اجماع شرعی حجت ہے جس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے اسلیئے بہر حال صحابہؓ ہی کے مقدس طبقہ کو بلا جھجک کہا جاسکتا ہے کہ وہ کمالات نبوت کے آئینہ دار اور جمالاتِ رسالت کا مظہر اتم ہے، حضورؐ کے عادات کریمہ، خصائل حمیدہ، شمائل فاضلہ، اخلاق عظیمہ اور شریعت کے تمام مسائل ودلائل اور حقائق وآداب کا علماً وعملاً سچا ترجمان ہے اور اس لئے ان کی راہ کا اتباع اک بے غل وغش اور مطمئن راستہ ہے جو امت کو ہر گمراہی سے بچا سکتا ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ

من كان مستنا فليستن بمن قد مات فان الحي لا تؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة ابرها

جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو وہ ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گذر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہیں جو اس امت کا سب سے

قلوبا واعمقها علما واقلها
تکلفا اختارهم الله لصحبة
نبیه ولاقامة دینه فاعرفوا
لهم فضلهم واتبعوهم علی
آثارهم وتمسکوا بما استطعتم
من اخلاقهم وسیرهم
فانهم کانوا علی الهدی
المستقیم (رواہ رزین) مشکوٰۃ ص ۳۲

افضل ترین طبقہ تو قلوب انکے
پاک تھے علم ان کا گہرا تھا تکلف و
تصنع ان میں کالعدم تھا اللہ نے
انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین
کے برپا کرنے کیلئے چن لیا تھا اس
لئے ان کی فضیلت و برگزیدگی کو
پہچانو انکے نقش قدم پر چلو اور طاقت
بھر ان کے اخلاق اور ان کی
سیرتوں کو مضبوط پکڑو اسلئے کہ وہی ہدایت کے سیدھے راستہ پر تھے

ادھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس زندگی کے ہر شعبہ کے ہر پہلو کی خیر کی جامع تھی اور ذات بابرکات کو حق تعالیٰ نے سارے ہی علمی و عملی کمالات کا منتہا اور آخری نقطۂ فیض بنایا تھا ممکن نہ تھا کہ امت کا ہر ہر طبقہ جس کی قابلیتیں اور علمی و عملی صلاحیتیں کم و بیش و متفاوت اور ذہنی پروازیں الگ الگ تھیں کسی طبقہ پر علم کا غلبہ کسی پر زہد کا کسی پر تقویٰ و طہارت کا غلبہ کسی پر افادہ و ارشاد کا کسی پر خلوت پسندی کا غلبہ اور کسی پر جلوہ آرائی کا پھر معاشرتی لائنوں میں کسی میں تجارت کا ذوق اور کسی میں صنعت و حرفت کا، کسی میں ملازمت کا شوق اور کسی میں دوسرے کاروبار کا ضروری نہ تھا کہ ہر ہر طبقہ نبوت

کے ہر ہر رخ کو پورے پورے غلبہ اور یکسانیت کے ساتھ اپنی اپنی مخصوص زندگیوں کا جوہر بنا سکے اور براہ راست اس تک پہونچ سکے، اسلئے حق تعالیٰ نے ان مظاہر نبوت صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم میں ہر ہر طبقہ کے افراد جمع فرما دیئے تھے ان میں امیر بھی تھے اور غریب بھی، اور تاجر بھی تھے اور کاشتکار بھی، صناع بھی تھے اور اہل حرفہ بھی، مزدور بھی تھے، اور سرمایہ دار بھی، قاضی و مفتی بھی تھے اور معلم و مدرس بھی، داعی بھی تھے اور مبلغ بھی، مجاہد بھی تھے اور غازی بھی، حکام بھی تھے اور محکوم بھی، ملازمت پیشہ بھی تھے اور یکسو بھی خلوت پسند بھی تھے اور جلوہ دوست بھی، ارباب اقتدار بھی تھے اور پبلک مین بھی، صف شکن بھی تھے اور نفس کش بھی، خواص بھی تھے اور عوام بھی غرض ہر درجہ اور ہر لائن کے لوگ اس مقدس طبقہ میں منجانب اللہ مہیا تھے مگر قدرِ مشترک ان سب میں کمال دین، کمال اخلاص کمال تقویٰ کمال اتباع سنت اور کمال محبت خدا و رسول تھا جو روح کیطرح ان کے تمام عادات و افعال اور سارے ہی اخلاق و شمائل میں دوڑا ہوا تھا جس سے وہ ہر وقت سرشار اور اس کے عرفانی نشہ میں مست اور مستغرق تھے ان کی تجارت و ملازمت، صنعت و حرفت، دولت و شوکت، امارت و غربت عبادت و ریاضت، جہاد و دعوت، دین و دیانت کے معیاری

مقام سے ذرہ بھر بھی گری ہوئی یا ہٹی ہوئی نہ تھی بالفاظ دیگر اتباع
واخلاص کی وجہ سے سرتاپا دین ہی دین تھی، اس لئے دین کے اتباع
کے ساتھ دنیا کے جس طبقہ پر دین کا جو رنگ بھی غالب ہوا اور
وہ دیانت کے جس رنگ میں بھی زندگی گذارنا چاہے اسے صحابہ رضہ
کی زندگی میں وہ نمونہ مل جائے گا جو اس دائرہ کی سنت نبوی م
سے مستنیز ہوگا اور اس کی پیروی کر کے ایک انسان جس شعبہ زندگی
میں بڑھنا چاہے اتباع سنت کے دائرہ سے باہر نہ ہوگا، پس حق
تعالیٰ کا کتنا بڑا فضل ہے کہ اس جامع دین کے دریا کے جو مشرق و
مغرب میں پھیلا ہوا ہے، گھاٹ ہزاروں بنا دیئے جو ہر سمت اور ہر
گوشہ میں ہیں انکی سمتیں مختلف ہیں رخ الگ الگ ہیں لیکن پانی ایک،
اس کا ذائقہ ایک اور خوشبو واحد اگر اس عالمی دریا کا ایک ہی گھاٹ
اور ایک ہی مشرب (جائے آب نوشی) ہوتا اور مشرق و مغرب کے لوگ
پابند کئے جاتے کہ وہ اس گھاٹ پر پہنچ کر پانی پئیں اور جمع کریں تو اس
عالمی امت کے لئے زندگی دوبھر اور وبال جان ہوتی" اس لئے حق
تعالیٰ نے صحابہ رض کی زندگی کے اتنے ہی نمونے بنا دیئے جتنے زندگی کے
گوشے اور اللہ تک پہنچنے کے رخ ہو سکتے ہیں تا کہ اپنے اپنے ذوق کے
مطابق ہر ہر امتی مختلف الجہات مشربوں اور رخوں سے اسلام کا آب حیات
پیتا رہے اور اپنی روح کو سیراب کرتا رہے

مبارک ہیں وہ لوگ جو صحابہ رضہ کرام کی زندگیوں پر چلیں اور ان زندگیوں
کو پیش کر کے دنیا کو اس پر چلائیں، کہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ کی زریں نصیحت کی سچی پیروی اور کتاب اور سنت کا صحیح اتباع ہے،

حق تعالیٰ شانہٗ داعی الی اللہ امیر جماعت تبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ابن
حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ بانی جماعت تبلیغ کی قبر کو
اپنے انوار و برکات سے پُر اور معمور فرمائے جنہوں نے حیاۃ الصحابہؓ لکھکر حضرات صحابہ کرامؓ
کی پاک زندگیوں کے ہر ہر شعبہ کو مستند روایتوں کیساتھ اس کتاب میں یکجا فرما دیا یہ زندگی
کتب حدیث وغیرہ میں منتشر تھی اور بہت سے گوشے ایسے مخفی تھے جو عوام تو عوام بہت سے
خواص کی نظروں سے بھی اوجھل تھے، مولانا مرحوم نے ان تمام بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک
لڑی میں پرو کر حیاۃ الصحابہؓ کی صورت میں امت کے آگے رکھدیا آج اگر کوئی اپنی زندگی کو صحابہؓ
کی زندگی پر ڈھالنا چاہے تو اس کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ حیاۃ الصحابہؓ کو سامنے رکھکر اپنی
زندگی بنالے، اور عمر بھر مولانا محمد یوسف مرحوم کو دعائیں دیتا رہے مولانا مرحومؒ مجھ سے
عمر میں کافی چھوٹے تھے لیکن مراتب کمال میں اللہ نے انکو بہت سے بڑوں کے منصب سے
نوازا تھا، وہ بیک وقت عالم دین، عارف باللہ، داعی الی اللہ، مدرس، مبلغ، مصنف، مرشد
خطیب اور کتنے ہی دینی شعبوں کے جامع تھے، انکی ہزاروں خوبیوں میں سے یہ دو خوبیاں
پوری دنیائے اسلام قیامت تک کبھی فراموش نہ کر سکیگی ایک! دعوت اصلاح و تبلیغ دین جسے
انہوں نے بام عروج پر پہونچایا اور ایشیا و یورپ، افریقہ و امریکہ سارے ممالک میں دین کا
آوازہ بلند فرمایا ہزارہا بندگانِ خدا، خدا سے وابستہ ہوئے اور داعی بننے کے جذبات سے پُر
ہو گئے اور انہوں نے دعوت دین کو عملاً سنبھالا اور ہزاروں کو دکار دعوت میں لگا دیا،
دوسرے زیر نظر کتاب حیاۃ الصحابہؓ جسمیں انہوں نے دعوت کے نقطہ نظر سے صحابہؓ کی
پاک زندگی کے سارے عملی گوشے لکھ دیئے جسکی تین جلدیں ہیں جو شائع ہو
چکی ہیں یہ دونوں خیر کے ذخیرے انکی باقیات صالحات میں سے ہیں، جو انکے آبا کرام
کیلئے دائمی صدقہ جاریہ ہیں جن سے کتنوں کی زندگیاں بن چکی ہیں کتنوں ہی کی
بنیں گی اور انشاء اللہ تا یوم حساب بنتی رہیں گی

قاری محمد طیب صاحب

کیا تبلیغی کام ضروری ہے کے

پانچویں اور اہم مضامین بسلسلہ تبلیغ

مفید معلومات

ملنے کا پتہ

مکتبہ حبیبیہ مقام و پوسٹ تراج وایا پلسانہ
ضلع سورت (گجرات)

کتبہ نور مظفر پوری

مفید معلومات

بہت سی مفید باتیں تبلیغی جماعت میں اور تبلیغی جماعت کے متعلق سننے میں آتی رہتی ہیں، ان باتوں کو کس نے بیان کیا اور کس نے سنا، یہ بتلانا تو ذرا دشوار ہوتا ہے لیکن اس کے صحیح ہونے پر ایک بڑی جماعت کا اتفاق ہے، اس لئے ہم نے ان باتوں کو "سنا ہے" یا "ایک صاحب نے بیان کیا ہے" ان جیسے الفاظ سے بات کو شروع کر کے درج کر دیا ہے، اور کہیں کہیں جن سے باتیں سنی گئی ان کے نام بھی ذکر کر دیے ہیں،

ان باتوں کو ہم نے ضروری اور مفید خیال کر کے شامل کر دیا ہے اس کے بعد کتاب مکمل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کیلئے نافع بنائے اور خیر پر پڑنے کا ہمارے لئے اسکو ذریعہ بنائے

وَصَلَّی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وعلیٰ آلہ واَصحابہٖ اَجمعین

از مرتب
۲۹ صفر سنہ ۱۳۹۲ھ
بروز جمعہ

فہرست مضامین

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ میں فرق

بعض حضرات نے حضرت مولانا غلام رسول صاحب کی مدظلہ العالی سے دریافت فرمایا کہ:۔ کیا تبلیغ اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور دعوت ان تینوں میں فرق ہے یا نہیں؟ اور موجودہ تبلیغی جماعت ان تینوں کاموں میں سے کس کام کو انجام دے رہی ہے؟ آیا تبلیغ کر رہی ہے۔ یا امر بالمعروف کی بجا آوری کر رہی ہے۔ یا دعوت کا کام کر رہی ہے!

اس سوال کے جواب میں حضرت مدظلہ العالی نے فرمایا:۔

کہ امر بالمعروف کیلئے صلاحیت کی ضرورت ہے۔ اور نہی عن المنکر کیلئے امت میں استعداد کی ضرورت ہے جب تک صلاحیت و استعداد پیدا نہ ہوگی امر بالمعروف، نہی عن المنکر قائم نہیں ہو سکتی۔ اگر صلاحیت و استعداد کے بغیر امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا کام شروع کیا گیا اور جائز و ناجائز کے فتوے لگانے شروع کر دئے تو امت کا ایک بڑا طبقہ احکامات کا مذاق اڑانے اور ہلکا سمجھنے میں مبتلا ہو جائیگا۔ اور ظاہر بات ہے کہ ایک آدمی جرم کو جرم سمجھتے ہوئے کوئی کام کرے تو وہ اتنا بڑا جرم نہیں ہے، جتنا کہ شریعت کے ادنیٰ سے ادنیٰ حکم کے استہزاء (مذاق) اور استخفاف (شریعت کے حکم کو ہلکا سمجھنے) میں ہے۔ یہ جرم اتنا بڑا ہے کہ ادنی سے

ادنی شریعت کے حکم کے مذاق اڑانے پرآدمی کافر ہوجاتا ہے۔ تو بغیر صلاحیت و استعداد کے اگر امر بالمعروف، نہی عن المنکر قائم کیا گیا تو امت میں صلاحیت و استعداد نہ ہونے کی بنا پر وہ استہزا اور استخفاف کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو جائیگی۔

اسی طرح تبلیغ یہ غیروں میں دین کے پہنچانے کا نام ہے۔ آج تو ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے اندر خود صلاح و فلاح نہیں ہے۔ اور بغیر صلاح و فلاح کے پیدا ہوئے تبلیغ ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے جب امت کے اقوال و افعال کو غیر لوگ دیکھتے ہیں۔ تو وہ امت کے اقوال و افعال کو شریعت کے خلاف پاتے ہیں۔ جب اس امت کا حال یہ ہو کہ وہ غیروں میں شریعت پیش کر رہی ہو۔ اور خود شریعت کے اوامر و احکام سے خالی ہو تو کس طرح غیر ہماری شریعت سے متأثر ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے تبلیغ سے پہلے ضروری ہے کہ امت کے اندر صلاح و فلاح بدرجہ اتم موجود ہو۔

آج تبلیغ کے نام سے جو امت میں محنت ہو رہی ہے۔ وہ صرف اس بات کی ہو رہی ہے کہ امت میں دعوت والا کام شروع ہو۔ اس دعوت والے کام سے امر بالمعروف کی صلاحیت اور نہی عن المنکر کی استعداد پیدا ہوگی۔ اس دعوت والے کام سے امت میں دین کی طلب و احساس پیدا ہوگا۔ اسی دعوت والے کام سے امت میں صلاح و فلاح ہوگی۔ اور اسی صلاح و فلاح کے نتیجہ میں تبلیغ بھی اپنے اصول و ضوابط کے ساتھ ہو سکے گی۔

تو آج دعوت والے کام کے ذریعہ سے امت میں صلاحیت و استعداد

پیدا کی جارہی ہے۔ طلب واحساس کا مادہ پیدا کیا جارہا ہے۔ اور صلاح وفلاح پیدا کی جارہی ہے۔ جسکے بغیر نہ تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا قیام عمل میں آسکتا ہے۔ اور نہ تبلیغ وجود میں آسکتی ہے۔

اسی لئے ہماری یہ محنت دعوت والی محنت ہے۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ ان باتوں کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ:۔ مولوی صاحب! میں اس امت سے صرف بدر کی تعداد چاہتا ہوں۔ اگر تین سو تیرہ ۳۱۳ کی تعداد اصحاب بدر کی طرح میرے ساتھ ہوجائیں تو پھر خدا سے میں دنیا میں دین کے فیصلے کرالوں۔ صرف تین سو تیرہ ۳۱۳ کی تعداد چاہیے۔ جسطرح کہ بدر میں تین سو تیرہ ۳۱۳ اصحاب تھے"۔ اس کے بعد مولانا نے حضرت جی سے پوچھا کہ:۔ کیا اب بھی ۳۱۳ کی تعداد پوری نہیں ہوئی؟ حالانکہ آج لاکھوں کی تعداد میں روزآنہ آدمی جماعت میں نقل وحرکت کر رہے ہیں!"۔ اس پر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ:۔ مولوی صاحب! ابھی تو چالیس کی تعداد بھی پوری نہیں ہوئی ہے۔ ۳۱۳ تو بہت دور کی بات ہے"

مولانا نے پوچھا کہ:۔ کہ یہ تعداد کب پوری ہوگی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ:۔ جب تک امت کے افراد کا یقین اپنی جیب سے ہٹ کر خالق کے خزانوں کی طرف نہیں آئیگا تب تک اس تعداد کا پورا ہونا ممکن نہیں ہے۔ آج تو جب بھی دین پر محنت کرنے کیلئے آواز لگتی ہے،

تو سب سے پہلے جیب پر نظر پڑتی ہے۔ اس کے بعد انسان آگے قدم بڑھاتا ہے۔"

بہر حال تبلیغ کی محنت دعوت واجابت کی محنت ہے۔ اور ان باتوں کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ بڑی تفصیل سے وضاحت فرمایا کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دعوت کا فائدہ اور مغالطہ کا دفعیہ

(ارشاد کردہ: حضرت مولانا یوسف صاحبؒ)

دعوت کے معاملہ میں ایک مغالطہ یہ پیدا ہو گیا ہے کہ یہ عمل داعی کیلئے نہیں بلکہ مدعو کے لئے ہے۔ اور یہ دعوت سب تک پہونچ چکی ہے لہذا اب اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔ حالانکہ جو دعوت دیتا ہے۔ اسکی ایک دفعہ کی دعوت سے متاثر ہو کر مدعو اپنے پورے نفس کو پس پشت ڈال کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ تو داعی اگر مسلسل دعوت دیتا رہے تو اسکا اپنا تاثر اور یقین کس قدر کمال پذیر ہوتا رہیگا۔

دعوت کی محنت چھوڑ دینے سے نہ یہ کہ غیر مسلموں میں کام رکا بلکہ مسلمانوں میں جو اس عمل کے انہماک کے ذریعہ یقین کی قوت اور کمال حاصل ہوتا تھا۔ مسلمان اس سے محروم ہو گئے۔ نہ یہ کہ کمال سے محروم بلکہ اس کے معارض (مقابل) محنتوں کی بنا پر یقین کے زوال کی صورتیں پیدا ہو گئیں۔

دوسرا مغالطہ: یہ ہے کہ دعوت غیر مسلموں کے لئے ہے۔

اور ان میں دعوت کی کوئی صورت نہیں۔ حالانکہ جسطرح غیروں کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کو ایمان و عمل پر ڈالنے کیلئے دی جاتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو دعوت دیتے تھے۔ اسلام میں داخل ہونے کی۔ اور بنی اسرائیل کو دعوت دیتے تھے، ایمان، نماز، توکل، مصائب سے چھٹکارا پانے کی، دارین کی کامیابی حاصل کرنے کیلئے۔

اب دعوت کا جو اپنا خاصہ ہے۔ یقین کے قوی کرنیکا، وہ جسطرح غیرمسلموں میں دعوت کی محنت سے حاصل ہوگا۔ اسی طرح مسلمانوں کے اندر اس محنت سے یہ دولت حاصل ہوگی۔

رہا غیرمسلموں میں دعوت دینے کا مسئلہ تو جب تک غیرمسلموں کے ملک ومال اور اسباب مادیہ، جسکی اُن کے پاس بہتات ہے۔ ہمارے دلوں میں سے نہ نکل جائے، اور اُن کے بغیر اعمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کامیابیوں کا یقین دلوں میں نہ گڑجائے۔ اور باوجود اُنکے مال ومنال کی افراط کے ان کے قابل رحم اور محتاج وفقیر ہونے کا یقین ہمارے دلوں میں نہ آجائے، اور اُن کے نقشوں سے استغناء کی صورت پیدا نہ ہوگی۔ اور اگر ہوگی۔ تو یقین واخلاص نہ ہونے کی بناپر مؤید من اللہ نہ ہوگی۔

ایک مخلصانہ جواب:۔ یعنی ایک طویل اعتراض کا مختصر جواب۔ مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سورت کے مدرس مولانا ابراہیم

خلیفہ حضرت مولانا الحاج الشاہ وصی اللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ علاقہ گجرات میں ایک تبلیغی اجتماع میں شرکت کیلئے تشریف لائے۔ حضرت کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ جب بھی کسی سفر کے درمیان وہاں کے کسی عالم کا پتہ چلتا تو ضرور اُن سے ملنے اور دعا کی درخواست کیلئے تشریف لیجاتے۔ اس سفر میں بھی حضرت نے اپنے معمول کے مطابق بڑے بڑے علماء سے ملاقات کی۔ ایک عالم صاحب جنکا کافی حد تک لوگوں میں اثر و رسوخ تھا اُن سے بھی حضرت ملنے گئے۔

انھوں نے چھوٹتے ہی ملاقات کے بعد تبلیغی جماعت پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔ اور بہت دیر تک تبلیغ اور تبلیغی جماعت والوں کی خامیوں کو بیان کرتے رہے کہ یہ کمی ہے۔ یہ نقص ہے۔ یہ خرابی ہے بہت دیر تک حضرت اُن کے ناصحانہ کلام کو سنتے رہے۔ جب وہ اپنی باتوں سے فارغ ہوگئے، تب حضرت نے اپنا سر اٹھایا۔ اور ان کے اس خیرخواہانہ کلام کا خوشی و بشاشت سے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حضرت نے درد بھرے لہجہ میں کہا کہ۔

ہماری حاضری آپ کی خدمت میں اسی غرض سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام میں جتنی خیر و بھلائی رکھی ہے۔ وہ اسے باقی رکھے۔ اور جو شر و برائی اس کام میں آتی چلی جارہی ہے، خدا اسے دور فرمادے۔ آپ دعا کریں۔ اور اسی دعا کیلئے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں — — — یہ اعتراض کا جواب تو نہیں ہے صرف اپنی خواہش کا اظہار ہے۔

فائدہ :- اعتراضات کے جواب سے اتنا فائدہ نہ ہوتا، جتنا حضرت والا کے اس حکیمانہ جواب سے ہوا۔ اور واقعی بزرگوں کے پاس دعا اور استفادہ کی غرض سے حاضر ہونا چاہیئے خواہ وہ کام پر اعتراض ہی کیوں نہ کریں۔

ایک حکیمانہ جواب

ہم نے سُنا کہ تبلیغی کام کرنے والے ایک بزرگ کے پاس ایک سی۔ آئی۔ ڈی آیا۔ اور ان بزرگ سے پوچھا کہ تمہاری جماعت کا کیا نام ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ محمدی جماعت!

سی۔ آئی۔ ڈی :- کیا تمہاری کا کوئی اصول نامہ قانونچہ ہے کہ جسمیں اس جماعت کے اصول بیان کیئے گئے ہوں؟

بزرگ :- جی ہاں! ہے۔ اور وہ ہے قرآن مجید، فرقان حمید،

سی آئی۔ ڈی :- کیا آپ کا ہیڈ کوارٹر ہے (مراد مرکز)؟

بزرگ :- جی ہاں! ملک عرب میں ایک شہر مکہ معظمہ ہے۔ اسمیں بیت اللہ ہے۔ وہی ہمارا ہیڈ کوارٹر (مرکز) ہے۔

سی۔ آئی۔ ڈی :- اس مرکز کی شاخیں کتنی ہیں اور کن کن ملکوں میں ہیں۔

بزرگ :- دنیا میں جتنی مسجدیں ہیں، وہ سب اس مرکز کی شاخیں ہیں

سی۔ آئی۔ ڈی :- آپ کی جماعت کے صدر کون ہیں۔ اور انکا کیا نام ہے؟

صحیح طور پر تو تھا۔ الیاسی جماعت۔

غلط ہے قرآن و حدیث میں تبلیغ مطلق کا حکم ہے اور آپ جس تبلیغ کا مقصد کر رہے ہیں

بزرگ :- ہمارے صدر تو آج سے تیرہ سو (۱۳۰۰) سال پہلے گذر چکے۔
انکا نام تھا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سی۔ آئی۔ ڈی :- آپ کی جماعت میں کام کرنے والے ممبر کتنے ہیں؟
اور کہاں ہیں؟

بزرگ :- دنیا میں جتنے کلمہ لاالٰہ الا اللہ پڑھنے والے ہیں سب
اس جماعت کے ممبر ہیں۔

سی۔ آئی۔ ڈی :- کیا آپ کا کوئی فنڈ ہے۔ اور وہ کہاں ہے؟

بزرگ :- دنیا میں جتنے کلمہ لاالٰہ الا اللہ پڑھنے والے ہیں۔ انکی
جیبوں میں جتنی رقم اور پیسہ ہیں، وہ سب ہی ہمارا فنڈ ہے۔

فائدہ

یہ کوئی وقتی جواب نہیں ہے۔ بلکہ ہمارا کام بھی اسی نہج پر آجانا چاہئے
اور اسی کی جماعت میں نکل کر محنت کرائی جاتی ہے۔ یہ ایک عمومی تحریک
ہے۔ جسکی وضاحت حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسطرح فرمائی
ہے کہ :۔۔۔۔ ہماری جماعت کا اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین پورا پورا سکھا دیں۔ یہ تو ہمارا اصل
مقصد ہے۔ —— اصل مقصد سے اختلاف نہیں۔ اختلاف "ہماری جماعت" سے
ہے۔ یہ آپ کی جماعت ایک خاص جماعت ہے اور اسکا مخصوص نام اور مخصوص ہیئت ہے۔
اس مخصوص ہیئت کا نام و نشان قرون اولیٰ سے لے کر آج تک دین میں نہیں
ملتا۔ اسلئے یہ بدعت ہے۔

تبلیغی جماعت کے بارے میں بعض سی۔ آئی۔ ڈی۔ کا اظہارِ خیال

تبلیغی اجتماعات کے موقعوں پر سی۔ آئی۔ ڈی بھی کثرت سے جمع ہوتے ہیں۔ اور مختلف قسم کے اور عجب خیالات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اُن میں سے ایک خیال پیش نظر ہے:۔

ایک سی۔ آئی۔ ڈی نے اپنی کاپی میں لکھا کہ:۔ یہ لوگ یا تو آسمان کے اوپر کی باتیں کرتے ہیں یا زمین کے اندر کی۔ زمین کے اوپر کا تو کہیں تذکرہ کرتے ہی نہیں ہیں۔ آخر پکڑیں تو کس بات پر!

فائدہ

مراد اس سے یہ تھی کہ یہ لوگ یا تو خدا کی قدرت اور جنت کی باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جو آسمان کے اوپر کی باتیں ہیں۔ اور یا پھر لوگ جنت و دوزخ اور قبر کے حالات بیان کرتے ہیں۔ جو زمین کے اندر کی باتیں ہیں۔ درمیان کی یعنی زمین کے اوپر کی مراد سیاسی باتوں کا کہیں تذکرہ ہی نہیں کرتے ہیں۔ اسلئے اگر پکڑیں تو کس بات پر؟ معلوم ہوا کہ یہ باتیں ہیں جن سے جماعتیں بہت بڑے فتنہ سے بچ سکتی ہے۔ اور یکسوئی سے اپنے اندر ایمان کی کیفیت اور دین کی طلب و احساس میں ترقی کر سکتی ہیں۔

ایک پولیس کا تبلیغی جماعت کے بارے میں اظہار خیال؛

ایک تبلیغی اجتماع میں جسمیں کہ ہزاروں کا مجمع تھا، اس کے انتظام کیلئے پولیس کا ایک بڑا عملہ آیا ہوا تھا۔ ایسے موقعوں پر جہاں جماعت والے ساری چیزوں کا مشورہ کرتے ہیں۔ وہاں ہر قسم کے نظام کو باقی رکھنے کیلئے بھی مشورہ کرتے ہیں۔ کچھ افراد ایسے بھی مقرر کردئے جاتے ہیں۔ جو سڑکوں پر جہاں دکانوں وغیرہ کی بھیڑ ہو وہاں خوشامد سے لوگوں کو نا اتفاقی سے روک دیا کرتے ہیں۔ اس لئے پولیس والوں کو بھی حفاظت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اسی سڑک پر پھرنے والے ایک پولیس سے کسی نے پوچھا کہ :- آپ یہاں کیا کام کررہے ہیں؟ پولیس والے نے جواب دیا کہ "ہمیں یہاں لوگوں کی حفاظت کیلئے بھیجا گیا تھا۔ لیکن معاملہ بالکل برعکس (الٹا) ہے۔ ہم تو کیا دوسروں کی حفاظت کرتے۔ لوگ ہماری حفاظت کررہے ہیں۔

فائدہ

بداخلاقی کو دور کرنے کیلئے جتنے اسباب و ذرائع اختیار کئے جارہے ہیں۔ وہ سب ناکافی ہوتے چلے جارہے ہیں۔ دین والے اعمال اچھے اخلاق لانے والے ہیں۔ یہ اجتماع ایک نمونہ ہے

اگر چوبیس گھنٹہ کی انفرادی زندگیوں میں دین والے اعمال آگئے تو بہت سی بداخلاقیاں بغیر اسباب کے ہی دور ہوجائیں گی۔ اسلئے اجتماع کے بعد اس نمونہ پر محنت اور مشق کرنے کیلئے کچھ دنوں کے واسطے لوگوں کو اللہ کے راستہ میں نکلنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ تاکہ یہ اعمال ہماری انفرادی زندگیوں میں آجائیں

ایک ہندو ہوٹل والے کا تبلیغی جماعت کے بارے میں اظہار خیال

سات، آٹھ ہزار آدمی ایک اجتماع میں شریک ہوئے۔ اجتماع کسی بڑے شہر میں تھا۔ اسلئے کھانے کا نظام شہر کے ہوٹلوں میں لوگ کر لیا کرتے تھے، ایک ہندو ہوٹل میں بھی بہت سے جماعت والوں نے کھانا کھایا، کچھ دیر کے بعد ایک تبلیغی آدمی کو بلا کر اس سے پوچھنے لگا کیا عرس میں آنے والے مسلمانوں میں اور ان مسلمانوں میں کوئی فرق ہے؟

تبلیغی آدمی نے پوچھا۔ کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

ہوٹل والے نے کہا کہ مجھے ان مسلمانوں پر واقعی تعجب ہے۔ وہ جو عرس والے آتے ہیں تو گالی گلوچ کے بغیر تو بات ہی نہیں کرتے اور ذرا ذرا سی بات پر لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ تین روٹی کھا کر کہتے ہیں کہ صرف دو ہی روٹی کھائی، اور لڑنے مرنے کیلئے

نیا۔ جھوٹ ہی جھوٹ زبانوں پر۔ اور ان لوگوں کو جو میں دیکھ رہا ہوں
ان کے ہاتھوں میں تسبیح ہے۔ اور زبانوں پر مہاتما کی یاد ہے۔
اگر بھول کر ہم نے تین روٹی کھا لیا تو انھوں نے بتلا دیا کہ ہم نے دو
نہیں بلکہ چار کھائی ہے۔ نہ کسی قسم کا شور ہے اور نہ طوفان بدتمیزی
ایسے عجیب اور غریب سیدھے سادے مسلمان تو ہم نے آج ہی دیکھے

فائدہ

اخلاق کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ اور ہر آدمی اس سے متاثر ہوتا ہے۔ تبلیغی جماعت میں نکلکر اسی کی مشق کی جاتی ہے۔ اور اچھے اخلاق، اور عمدہ عادت و اطوار کی عادت ڈالی جاتی ہے۔

صحبتے با اولیاء

مُرَتَّبہ

مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری
شیخ الحدیث دار العلوم فلاح دارین ترکیسر (ضلع سورت)

یعنی

حضرت اقدس قطب الارشاد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدفیوضہم کے ملفوظات وارشادات کا گلدستہ بالخصوص رمضان المبارک کے ملفوظات کو نہایت سلیقہ سے مرتب کیا گیا ہے اسمیں
ہر ذوق اور ہر مزاج کے لوگوں کے لئے پیغام
ذاکرین وسالکین کے لئے بہترین ونادر تحفہ۔
سلوک وتصوف کا مغز وخلاصہ
اس میں عہد حاضر کے شکوک واوہام کا تسلی بخش مداوا پیش کیا گیا ہے
مع مقدمہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی

قیمت ۵/۰۰

ملنے کا پتہ

مجلس معارف ترکیسر، سورت (گجرات)

امّت میں یہ نااتفاقی کیوں؟

ایک صاحب نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ سُنایا :- کہ پہلے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غیروں کو بھی اپنا کہہ کر اپنا بنا لیا تھا۔ اور آج ہم نے اپنوں کو غیر کہہ کر غیر بنا دیا ہے - یہاں تک کہ ایک مسلمان جو کہ وہ اپنا ہوتے ہوئے بھی غیر ہو گیا ہے - اور دشمن ہو گیا ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو کافر دل تک کو یہ کہہ کر کہ یہ ہمارے ہیں، ہمارے ہیں اپنا بنایا تھا۔ اور آج ہم اپنوں کو دشمن کو کہکر دشمن بنا رہے ہیں۔

ہمیں جماعتوں میں لوگوں سے ملکر یہی کہنا ہے کہ یہ ہمارے ہیں یہ ہمارے ہیں۔ جب ہم نکل کر یہ کہیں گے کہ یہ ہمارے ہیں، ہمارے ہیں، تو لوگ خود بخود ہم سے جڑ جائیں گے۔ اور آپسمیں اتحاد و اتفاق قائم ہوگا

جماعت میں نکلنا اسقدر دشوار کیوں

(۱) ایک کام کرنے والے صاحب نے بیان کیا کہ :- تبلیغ میں نکلنے کیلئے ہماری طبیعت کیوں نہیں چاہتی؟ وجہ یہ ہے کہ تبلیغ میں نکلکر ہمیں نفس کے خلاف کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ تبلیغ کوئی مشکل کام نہیں ہے دنیا کے کام میں ہماری طبیعت صرف اس لئے چلتی ہے کہ اسمیں نفس کے موافق کام ہوتا ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیاوی مشاغل میں تو

ایک بار نفس کو ماننا پڑتا ہے۔ لیکن بے شمار پریشانیوں میں یہ مبتلا ہو جاتا ہے۔ بخلاف دین والے کام کے کہ اس میں ایک بار نفس کو گراں گذرتا ہے۔ لیکن بے شمار راحتوں اور آرام کا دنیا و آخرت میں باعث بنتا ہے

ایک واقعہ ہے۔ ایک شاہزادی سیر کیلئے جنگل میں نکلی۔ سیر و تفریح میں راستہ بھٹک گئی۔ رات ہو گئی۔ تاریکی بڑھ گئی۔ دور ایک روشنی دیکھ کر اس طرف چل پڑی۔ قریب پہونچ کر اس نے دیکھا کہ ایک جھونپڑی ہے۔ جسمیں ایک طالب علم موم بتی سامنے رکھے ہوئے کتاب پڑھ رہا ہے۔ قریب جا کر حال سنایا۔ اور طالب علم سے ایک رات آرام کرنے کے لیئے اجازت طلب کی۔ طالب علم نے اجازت دے دی۔ رات کو طالب علم کبھی کبھی موم بتی پر انگلی رکھتا۔ صبح ہو گئی۔ شاہزادی نے بھی یہ ماجرا دیکھا۔ صبح ہونے پر طالب علم شاہزادی کو ساتھ لئے اس کے مکان تک پہونچانے گیا۔ اور پہونچا کر واپس ہونے لگا۔ بادشاہ وقت شاہزادی کو پاکر بہت خوش ہوا۔ شاہزادی بھی بڑی ہوشیار اور عقلمند تھی۔ اس نے اپنا سارا واقعہ اور اس طالب علم کا بھی سنایا۔ پھر شاہزادی نے طالب علم کو رکوا کر معلوم کیا کہ رات کو تم موم بتی پر انگلی رکھتے تھے؟ طالب علم نے جواب دیا کہ جب بھی میرے دل میں آپ کے بارے میں برے خیال پیدا ہوتے تو اپنی انگلی کو موم بتی پر رکھکر سوچتا تھا کہ جب دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے کئی گنا ہلکی ہونے کے باوجود اتنی تیز ہے جو برداشت سے باہر ہے۔ تو وہ جہنم

کی آگ کتنی سخت اور کتنی تیز ہو گی ؟۔ یہ سوچتا اور اس خیال سے باز آجاتا یہ سنکر اور اس طالب علم کی دینداری کو دیکھ کر اس کے گھر والوں نے شاہزادی کا نکاح اُس طالب علم سے کردیا ــــــــ

تو دیکھئے ایک بار نفس کے خلاف کرنے پر خدا نے کتنی بڑی دولت اُسے دیدی اور ہمیشہ کیلئے راحت وآرام سے نوازدیا۔ اور اگر وہ برائی میں مشغول ہو جاتا تو آخری سزا پھانسی کی ضرور ملتی۔

تو تبلیغ میں نکلکر ایک بار تو نفس کے خلاف کام تو ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد ساری چیزوں کو خدا دنیا دآخرت میں موافق ہی موافق کر دیتے ہیں

(۲) گاڑی میں چاہے جتنی بھیڑ ہو۔ اور لوگ خواہ کتنے ہی ایک دوسرے پر لدے ہوئے سفر کیوں نہ کر رہے ہوں۔ لیکن اگر اپنا جاننے والا کوئی شخص آجاتا ہے۔ تو جگہ نہ ہونے کے باوجود بھی اس کے لئے جگہ ہو جاتی ہے۔ اور اسے بٹھالیا جاتا ہے۔ لیکن اگر گاڑی میں زیادہ بھیڑ نہ ہو۔ اور سیٹ خالی ہو تو آرام سے پیر دراز کر کے لیٹ جائیں گے اور اس وقت اگر کوئی اجنبی آدمی اگر جگہ طلب کرتا ہے تو کہہ دیا جاتا ہے کہ جگہ نہیں ہے۔ تو ایک جگہ جگہ نہیں ہے۔ لیکن اپنا جاننے والا شخص آجاتا ہے تو اس کیلئے جگہ ہو جاتی ہے۔ اور اس کے برخلاف جگہ ہے لیکن جاننے والا شخص نہیں ہے۔ تو اس کے لئے جگہ نہیں ہوتی ہے۔

اب اگر ہم دین کو اپنا دین سمجھتے ہیں۔ اور اپنی جان و مال

زیادہ قیمتی چیز سمجھتے ہیں۔ تو باوجود ہمارے پاس جگہ اور وقت کے ہونے کے پھر بھی اس کے لئے جگہ اور وقت نکل آئیگی۔ اور اگر ہم اس کام کو وقت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تو باوجود مال اور وقت ہونے کے پھر بھی ہم نہیں نکل سکیں گے۔

دین اپنا کب ہوگا؟

آج یہ انسان دنیا کی تمام چیزوں کو اپنی سمجھتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ سامان کسکا؟ تو کہتا ہے کہ میرا ہے۔ یہ دکان کس کی؟ تو کہتا ہے کہ میری۔ یہ کھیت کس کا؟ تو کہتا ہے کہ میرا۔ اب چونکہ دنیا کی تمام چیزوں کو یہ اپنی کہتا ہے اسلئے یہ اس پر محنت کر رہا ہے۔ اور اس کے لئے اپنی جان و مال کو قربان کر رہا ہے۔ اور رات و دن ایک کر رہا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف جب دین کے بارے میں پوچھا جاتا ہے کہ یہ دین کس کا؟ تو کہتا ہے کہ میرا۔ لیکن باوجود "میرا" کہنے کے پھر بھی دین پر وہ محنت نہیں ہے۔ جتنی محنت دنیا کو اپنا کہنے پر ہے یہی وجہ ہے کہ نہ تو جان اس پر لگا رہا ہے۔ اور نہ مال۔ اور نہ وقت ہی کو قربان کر رہا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آخر دنیا کیلئے تو سب چیزیں قربان کر رہا ہے۔ لیکن دین کے لئے کچھ نہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ جسطرح دنیا کی چیزوں کو اپنی کہتا ہے اسطرح دین کو اپنا نہیں

کہتا ہے۔ اگر یہ دین کو بھی دنیا کی طرح اپنی کہتا ہوتا تو مسلمانوں کی بدحالی اور دین کے اجڑنے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ٹوٹتا ہوا دیکھ کر اس طرح چین سے نہ بیٹھتا

قدیم کام کرنیوالوں سے گذارش

ایک اجتماع میں شرکت کرنے والوں نے حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے بعد چند آمیوں کو چھوڑ کر سب نے نام لکھوا دئے۔ دعا کے بعد جب پرانے کام کرنے والوں نے حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی تو حضرت جی رح نے پوچھا کہ آج تو آپ حضرات بہت ہی خوش ہوئے ہونگے کہ سب ہی نے نام لکھوا دئے اسپر سب خاموش رہے۔ حضرت جی رح نے فرمایا کہ ۔ میں ہی اسکا جواب دونگا۔ ان تمام نئے حضرات کے تیار ہوجانے کی بنا پر مجھے بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نئے تو کام کیلئے کھڑے ہوگئے ہیں۔ اور پرانے اپنی اپنی جگہ ان نکلنے والوں کو دیکھ بیٹھ گئے ہیں۔ اب ان کی رہبری کرنے تو کون کرے۔

سرداران عرب کے سامنے کام کی پیش کش

کام کی تحقیق کے لئے عرب کے بڑے بڑے حضرات جماعت والوں کے پاس آئے۔ اور کام کے متعلق دریافت کیا۔ ایک کام کرنے والے نے انھیں عزت واحترام کے ساتھ بٹھایا۔ اور کچھ عرب حضرات کی تعریف کی۔ اور انکی پچھلی زندگیوں کو اُن کے سامنے پیش کیا۔ اور کہا کہ:- اس کام کے اہل اصل میں آپ ہی ہیں۔ آپکی مثال تو کار کی سی ہے۔ کہ جس کار میں بیٹھ کر ساری امت دنیا سے دین کی طرف سفر کرتی ہے۔ لیکن زمانۂ دراز تک چلنے کی وجہ سے اس کی مشین میں خرابی آگئی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگ پیچھے سے کار کو دھکے دیکر آگے بڑھانے والے ہوں۔ جب مشین چلنے لگ جائیگی اسی وقت وہ کار بھی چل پڑیگی۔ ہماری مثال آپ حضرات کے سامنے کار کو دھکے مارنے والوں کیطرح ہے۔ ہماری گذارش آپ سے صرف اس بات کی ہے کہ جب آپ کی کا چل پڑے تو ہمیں اس کار میں ضرور بٹھالیں۔ اسی کی آپ سے عاجزانہ درخواست ہے۔

طلبہ جماعت میں کسطرح نکلیں

ایک طلبہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ایک جماعت کے امیر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ :-

جب بھی طالبعلموں سے جماعت میں نکلنے کو کہا جاتا ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہمارے والدین ہمیں اس کام کی اجازت نہیں دیتے ہیں یہ بات صحیح ہے۔ لیکن ہمیں اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ وہ اجازت کیوں نہیں دیتے؟ بات یہ ہے کہ جب وہ اس کام سے مانوس نہیں ہیں تو کسطرح اجازت دے سکتے ہیں؟

لیکن یہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ والدین تعلیم پر راضی نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن طالب علم کے سامنے یہ تعلیم والا کام ہوتا ہے۔ تو وہ والدین کا اور اپنے گھر والوں کا ذہن بنا لیتا ہے۔ اور اس کی اجازت بھی بالآخر لے لیتا ہے۔

اگر طالب علم کے سامنے اس کام کی اہمیت ہوتی تو وہ یقیناً اس بات کا ذہن بنانے کی کوشش کرتا۔ لیکن وہ اس فکر کو فکر بنانے کے بجائے حیلہ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک اس کام کی اہمیت دلوں میں نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ چھٹی بھی لیتا ہے۔ تو اسطریقہ سے کہ گھر والے چھٹی ہی نہیں دیتے اور پھر وہ اسے نہ نکلنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں۔

ورنہ طالب علم کی تو وہ قوم ہے کہ وہ جس بات کو منوانا چاہے،
منوا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی وقت اس کے پاس خرچ کی رقم نہ آئے
تو یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کس طرح گھر سے رقم منگوائی جائے؟
پھر وہ اُن کے لئے ہر ممکن تدبیر بھی اختیار کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ طالب علم ہر چیز کی اجازت لینا اچھی طرح جانتا ہے
صرف شرط یہ ہے کہ وہ اس کام کو کام سمجھے۔

عزیزو! گھر والے اجازت کیوں نہیں دیں گے۔ آپ
تدبیر اختیار کریں۔ آپ گھر سے ایک روپیہ بھی نہ منگوائیں۔ بلکہ جو
رقم آپ کے لئے اور آپ کے خرچ کے لئے آتی ہے۔ اسمیں سے
کچھ چیزوں کو کم کر کے اپنی حیثیت کے مطابق پیسوں کو لیکر نکل جائے
اس طرح اگر آپ نکلنے والے بن گئے۔ اور گھر والوں نے دیکھ لیا
کہ یہ پیسہ تو اس کام کے لئے ایک بھی نہیں منگوا رہے ہیں تو فوراً
چھٹی دیدیا کریں گے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ کسی نئے کام سے نہیں گھبراتے
ہیں۔ لیکن جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ نئے کام کیوجہ سے نیا خرچہ سامنے
آگیا۔ اور اس کے لئے بھی ایک مستقل رقم سامنے آگئی۔ اس چیز کو
دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔ اور بجائے جماعت میں جانے کیلئے رقم بھیجے
گھر آنے کیلئے رقم بھیج دیتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ عالم تو بن ہی گئے ہو
یہاں گھر ہی پر تبلیغ کرو۔ اور کمانے کے بعد تبلیغ میں نکلنا۔ پھر

(بعزم اور) یہ شخص تجربہ نہ ہونیکی بنا پر اپنے مقام پر بھی کام نہیں کرسکتا ہے۔ اور اگر کربھی لیتا ہے۔ تو مشق و تجربہ نہ ہونیکی بنا پر دائمی کام جاری نہیں کرسکتا ہے۔ اور یاد رکھو کہ امت دین پر اسی کے بقدر چلے گی جتنا کہ دین کا ماحول پیدا ہو۔ اس لئے دین کے ماحول بنانے کی مشق کرنے کی ضرورت ہے جو ہر طالبعلم کے لئے ضروری ہے۔ اپنی زندگی کے قیمتی اوقات میں سے اس سب سے بڑی محنت کے لئے اس طریق پر اجازت لیکر نکلنے کی کوشش کریں اور اللہ کے راستہ میں نکل کر گھر والوں اور محلہ والوں اور بستی والوں اور پھر پوری امت کے لئے دین دار بننے کی دعا کریں۔ حق تعالیٰ جلد کام کے راستہ ہمارے لئے کھولدیں گے۔

فقط واللہ اعلم

ایک بہت بڑی ضرورت

ایک بڑے اجتماع میں ہم نے جہاں عمومی بیان، خصوصی بیان، جماعت کی مصروفیت اور جماعت کے دور جانے کا نظام وغیرہ تفصیل سے دیکھا، وہاں ہم نے جس عجیب چیز کو دیکھا وہ یہ ہے کہ ہند اور بیرون ہند جانے والی جماعتیں قریب ڈھیڑھ سو کی تعداد میں ہیں۔ لیکن اکثر جماعتوں میں امیر تلاش اور جستجو کے بعد بھی حاصل نہیں ہو رہے ہیں۔ جسے بھی ذرا تعلیم کرنا آتا، اسے امیر بنا دیا جاتا۔ یہاں تک کہ کام کرنے والے صاحب نے جماعت میں نکلنے والوں میں اس بات کی تشکیل کی کہ جن لوگوں میں تھوڑی بہت صلاحیت ہو، وہ کام کرنے کے لئے اور امیر بننے کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں اور اب تو یہ بات بہت پیش آتی ہے۔

یاد رہے یہ اجتماع کسی غیر وقت میں نہیں تھا بلکہ شعبان کا وہ وقت تھا جس میں ہر صوبہ سے عربی مدارس کے ہزاروں طلبہ فارغ رہتے ہیں۔ اگر ابتدائی درجہ . . کے طلبہ بھی اپنے مدرسہ کے نگراں کی نگرانی میں ہفتہ واری چھٹیوں میں نکلکر محنت کر لیا کریں اور شعبان و رمضان والی طویل چھٹیوں میں کہ جسمیں اپنے رشتہ داروں کے پاس ملنے کے لئے جاتے ہیں، اُن ایام میں امت کے حالت پر رحم کھاتے ہوئے چھٹیوں میں کچھ وقت نکال کر جماعت میں اپنا وقت

کا لیا کریں۔ تو بہت سی جماعتوں کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ آج لوگوں
و علماء سے جو سب سے بڑی بدظنی ہے۔ وہ اس بات کی ہے کہ ہم کو اپنی
ضرورت پر کوئی آدمی نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سمجھ عطا فرمائی اور
پھر یہ حضرات خرچ کر کے جماعت میں نکلے۔ لیکن حال یہ ہے کہ انھیں
رہبر نہیں ملتا ہے۔ بہت سے طلباء و علماء اپنے اپنے مقام پر دلیے ہی
پڑے ہیں۔ لیکن اُن کی رہبری کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر ہمارے
عزیز طلبہ اس کا خیال رکھیں۔ تو وہ ایک بہت بڑی ضرورت کے پورا کرنے
والے ہوں گے۔ عوام بہت بڑی بدظنی سے محفوظ رہیں گی۔ حق تعالیٰ
عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

صرف خالی اوقات کی قیمت

عربی مدرسہ کے طلبہ کی جماعت کے امیر صاحب نے ایک بار طلبہ
کی جماعت کو جو کہ ہفتہ ہونے والی ایک دن کی چھٹی میں نکلنے والے
تھے۔ اُن سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ۔ آپ اس مختصر سے وقت
کے نکلنے کو بے کار نہ سمجھیں۔ اگر امت کے سب افراد اپنے ان
اوقات کو جو خالی ہیں۔ اور جنھیں ہم فضولیات اور لایعنی میں برباد
کر دیتے ہیں۔ ان کی اگر حفاظت کر لیں۔ اور دین کے کاموں میں
لگا دیں۔ تو امت میں بہت بڑا انقلاب آ سکتا ہے۔ اور دین کا
دنیا میں پھیلنے کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

عوام کی مثال

طلباء کے امیر جماعت نے ہفتہ واری جماعت میں نکلنے والے طلبہ کی ایک جماعت سے خطاب کرکے کہا کہ اس وقت عوام کی مثال دُنبہ کی سی ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اس کا کان پکڑ کر جس طرف چلاؤ گے اس طرف چلے گا۔ آج دنیا اپنی ساری زیب و زینت کیساتھ اسے اپنی طرف آمادہ کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اگر اب بھی ہم اسے دین کی طرف لانے کی محنت میں نہ لگیں گے۔ اور یہ سوچ کر کہ ہماری مثال کنوؤں اور چشموں کی طرح ہے۔ اور کنوؤں اور چشموں سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے پیاسے کو خود اس کی طرف بڑھنا پڑتا ہے۔ کنواں اور چشمہ پیاسے کے پاس نہیں جاتا ہے۔ یہ سمجھ کر اگر ہم اپنی جگہ بیٹھے رہے تو عوام خودبخود دنیا کی طرف ڈھلتی چلی جائیگی۔ آج تو جب بھی اس کام کے اہل سے محنت کے لئے کہا جاتا ہے۔ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں فرصت نہیں ہے۔ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہم تعلیم و تعلم سے کب خالی ہیں؟۔ جب یہ صورت حال ہے تو کیسے ممکن ہوگا کہ عوام دین کی طرف مائل ہوگی؟ پھر یہ بات یاد رکھئے کہ آپ کی مثال کنوؤں اور چشموں کی نہیں ــــ بلکہ بادلوں کی سی ہے۔ بادل خود ضرورت کی جگہ پر بے بلایا جاتا ہے۔ اور پیاسوں کو سیراب کرتا ہے۔ اس لئے اگر ہم نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر دین کی طرف متوجہ نہیں کیا

تو بھی عوام ہوگی جیسے دوسری قومیں اپنی طرف مائل کرلیں گی۔ یہاں تک کہ ہماری نسلوں کا انجام بھی برباد ہو جائیگا۔

علماء سے خطاب

ایک بڑے اجتماع میں عالموں کے ایک مخصوص اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رح نے ارشاد فرمایا:۔ کہ ہمارا کام عوام میں دین کی طلب و احساس پیدا کرنا تھا اس جذبہ کو پیدا کر کے ایک بہت بڑے مجمع کو آپ کے سامنے پیش کردیا ہے۔ یہ اپنے جان و مال کو لیکر آپ کے سامنے حاضر ہوگئے ہیں۔ اب اگر اپنی جہالت و غفلت اور آپ کی امارت کے بغیر غلط رخ پر چل پڑیں۔ تو اس کے ذمہ دار کل خدائے پاک کے یہاں میں نہیں بلکہ آپ حضرات ہوں گے۔ میرا کام میں کرچکا۔ اب اپکا کام آپ کریں۔ اور اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں۔

یعنی حضرات علماء حضرت جی مولانا محمد یوسف رح کی رائے اور ان کے مقرر کردہ طریقے کی پیروی کریں گے تب تو بری ہونگے۔ ورنہ علماء اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اب سب علماء کو چاہئے کہ جتنے طریقے مفید اور صحیح سمجھ کر انہوں نے اختیار کر رکھے ہیں ان سب کو ترک کر کے تبلیغی رہبری حاصل کر امیر بن جائیں۔ اور صرف انھیں باتوں میں اپنے کو اپنے علم کو اپنی کوششوں کو محدود کردیں۔ ورنہ خدائے پاک کے یہاں ذمہ دار ہونگے۔

دنیاوی اسکول کے طلباء کے والدین کا حال

اسکول کے طلبہ کے سامنے بیان کرتے ہوئے ایک صاحب نے کہا کہ:
آج ہمارے ان نوجوانوں سے جب کام کیلئے تشکیل کیجاتی ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے والد ہمیں اس کام کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ اور واقعی جب یہ اپنے والدین سے کام کی اجازت طلب کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ کیا تو ہی تبلیغ کے لئے رہ گیا ہے۔ کیا دنیا کے سارے مر گئے ہیں؟۔ حالانکہ ان کے والدین کا حال یہ ہے کہ سینما میں جانے کیلئے پیسہ دیتے ہیں۔ اور وہاں جانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور نہیں جائے تب بھی بھیجنے کیلئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرتے ہیں۔ اور کھیجتے ہیں یہاں کہہ دیتے ہیں کہ تم بچوں کو تبلیغ میں نہ جانا چاہئے۔ تمہاری تبلیغ میں کیا ضرورت ہے؟۔

دنیاوی اسکول کے طلبہ میں تبلیغی کام

آج ہمارے یہ نوجوان اس کام سے بھاگ رہے ہیں۔ لیکن سینما کی صف میں ڈنڈے کھانے کے لئے تیار ہیں۔ پولیس کے مقابلہ کیلئے تیار ہیں۔ حالانکہ یہ نوجوان اگر حکومت کے منوانے پر بھی آجائے۔ تو اُسے بھی جھکنا پڑیگا۔ اگر اپنے مطالبات

کو بھی منوانے پر آجائیں تو اسٹرائک کر کے اپنے مطالبات کو منوا سکتا
ہے۔ اب اگر یہ اس بات کا فیصلہ کرلے کہ ہمیں دنیا میں دین کی
ہدایت کے فیصلہ کروانے ہیں تو کیا خدا اسکے اس مطالبہ
کو پورا نہیں کریں گے ؟ ۔

جماعت سے واپسی کے بعد انسان کیوں اپنی حالت پر لوٹ جاتا ہے ؟ ۔

ایک صاحب نے بیان کیا کہ :۔
لوگوں کا ایک اشکال یہ ہے کہ جماعت سے آنے کے بعد
انسان کی حالت بدل کر پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ تو میں آپ سے
پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص تعلیم حاصل کرنے کے بعد کافی عرصہ
تک اس تعلیم سے دور رہے۔ تو کیا وہ شخص عرصہ گذرنے کے بعد
اس لائن کے جوابات کو حل کر سکے گا ؟ ہرگز نہیں۔ وہ بھول جائیگا۔
مثلاً ایک طالب علم بی، اے، کا پڑھنے والا ہے۔ اس سے اگر آپ
دسویں کلاس کے سوالات کریں گے۔ تو یہ بی، اے کا پڑھنے
والا دسویں کے سوال کو اتنی جلدی اور سہولت سے حل نہیں
کرسکتا ہے۔ جتنی کہ ایک دسویں کلاس کا طالب علم کرسکتا ہے۔
اور یہ طالب علم بہت اچھی طرح اس مسئلہ کو حل جا دیگا تو جب
دنیاوی علوم میں کافی عرصہ اس چیز سے دوری پر حاصل

ہونے والی چیز ختم ہو جاتی ہے، تو وہ انسان جس نے صرف ایک مرتبہ جماعت میں محنت کی اور محنت کر کے اس کام کو کافی عرصہ کے لئے چھوڑ دے، تو پھر کیا وہ اثر ختم نہیں ہوگا؟ اب اگر یہ شخص اثر باقی رکھنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کام سے تعلق رکھے، اس کے لئے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ روزانہ کی تعلیم، اور ہفتہ واری دو گشت اور مہینہ کے تین دن اور سال کے چلّہ میں ضروری کے درجہ میں شرکت کرے تب جا کر وہ اثر باقی رہے گا، ورنہ نہیں، اور الحمدللہ ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد نے اسے آزما بھی لیا ہے۔

سب سے بڑی سیاست

امت کا درد و فکر رکھنے والے یہ تبلیغی جماعت سیاست میں کیوں حصہ نہیں لیتی ہے؟ حالانکہ سیاست یہ بھی دین کا ایک جز ہے؟

اس سوال کے جواب میں حضرت مولانا عمران صاحب بھوپالی مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ "اس وقت سب سے بڑی سیاست یہ ہے کہ امت اعتقادات و عبادات میں مضبوط ہو جائے" یہی امت کی سب سے بڑی سیاست ہے اگر یہ نہ ہو تو سیاست بالکل بے کار ہے۔

(۲۲)

چھ ہی بات کیوں؟

تبلیغ والے چھ ہی بات کیوں بیان کرتے ہیں، ساڑھے چھ یا سات کیوں نہیں ؟
اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :-

(۱) تبلیغ والوں نے چھ ہی باتوں کو لیا ہے، اس پر پوری محنت بھی کی ہے، اور کر رہے اور کر دارہے ہیں، اب اگر آپ اس میں کمی محسوس کریں تو بڑھائیے اور محنت کیجئے، ورنہ یہ سوال کا سلسلہ تو لا منتہا ہی ہے، اور وجہ یہ ہے کہ، اگر سات رکھے گئے تو آپ اس پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ سات ہی کیوں رکھے گئے ساڑھے سات یا آٹھ کیوں نہیں رکھے گئے، اور جب ساڑھے سات یا آٹھ رکھے جاتے تو اس پر سوال ہوتا کہ ساڑے آٹھ یا نو کیوں نہیں رکھے گئے ؟ بہرحال ایسا سوال جس کی کوئی حد اور انتہا نہ ہو باطل ہے ۔ جب ہمیشہ اُتنی ہی تعداد کو

(۲) ایک وجہ ان چھ باتوں کے منتخب کرنے کی یہ ہے کہ یہ چھ باتیں اصلاح حال کیلئے اصل الاصول ہیں ان پر عمل کرنے سے بقیہ دین پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے جسکا تجربہ شاہد ہے کہ جس شخص نے بھی ان چھ باتوں کے حصول کی کوشش کی اسکی دینی حالت حسب محنت ترقی کرتی چلی گئی آپ کو معلوم ہے کہ کافر کو سب سے پہلے اسلام لانے کے لئے نماز روزہ کی تلقین نہیں کی جائیگی بلکہ کلمہ کی دعوت دیجائیگی اس کے بعد اسے نماز روزہ کی تلقین کیجائیگی ۔ بس اسی طرح وہ مسلمان جنہیں اسلام سے دوری کے بنا پر اعتقادات و معاملات میں خرابی آگئی ہے ان کو سب سے پہلے انہیں بنیادی چھ باتوں کی دعوت دی جائیگی

تاکہ ان امور کے راسخ ہونے کے بعد وہ دیگر دین کے اہم امور کی طرف رجوع کر سکے
چنانچہ مثال شاہد ہے کہ بہت سوں نے اس محنت کے بعد شراب چھوڑ دی نماز
اور عبادات کے پابند ہو گئے اور ان کے دلوں میں علماء کا احترام اور بزرگوں
کی محبت پیدا ہو گئی۔ لیکن یہ کب ہے؟ جبکہ انہوں نے ان چھ۶ باتوں پر صحیح محنت کر لی
چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان چھ۶ باتوں پر اصولوں سے صحیح محنت کرنے
کا یہ اثر ہے کہ اس سے دین کی عظمت و محبت اور دین پر چلنے کا اور ایمان
و یقین کے داخل ہونے کا بیج دل میں پڑتا ہے۔ اور پھر اس بیج کی صحیح تربیت
پر اسلام کے درخت کے لہلہانے کی امید ہے

(۳) پھر ان چھ باتوں پر کسی جماعت اور اسلامی فرقہ کو اختلاف نہیں ہے
پہلا نمبر کلمۂ طیبہ، دوسرا نمبر نماز، تیسرا نمبر علم و ذکر، چوتھا نمبر اکرام مسلم، پانچواں نمبر
اخلاص نیت، چھٹا نمبر تبلیغ۔ گویا یہ تمام نمبر ایسے ہیں کہ جن میں سب اسلامی جماعت
کا اتفاق ہے اور جب ان پر محنت کرنے کے لئے سب کو جمع کیا جاتا ہے تو بغیر
کسی اختلاف کے شرکت کرتے ہیں اور اس پر محنت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں
گویا یہی ایک پلیٹ فارم ایسا ہے جس پر ہر اسلامی جماعت کے افراد نظر آتے ہیں،
اور اس سے اختلاف نہیں کرتے ہیں، پھر آپ نے دیکھا ہوگا کہ دنیا میں جتنی تحریک
ہیں وہ سب اپنے لئے کچھ نہ کچھ کام تجویز کر لیتے ہیں اور اسے وہ منشور اور نکات
سے تعبیر کرتے ہیں اور اس میں شامل ہونے والا کوئی اس بات پر اعتراض نہیں کرتا ہے
کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ آپ نے یہ ۹ ہی کیوں رکھے دس کیوں نہیں رکھے؟ یا انہیں
یہ بات کیوں داخل نہیں کی گئی؟ تو اگر تبلیغی چھ۶ باتوں پر اعتراض ہو سکتا ہے تو دوسری
تمام جماعتوں کے نمبر پر بھی ہونا چاہئے، لیکن ایسا نہیں ہے، اس سے

معلوم ہوا کہ سب چیزوں کا داخل ہونا ضروری نہیں ہے ہاں صرف سوال اسبات کا ہو سکتا ہے کہ جن باتوں کو اپنا مقصد قرار دے رہے ہیں وہ پورا ہو رہا ہے یا نہیں؟ چنانچہ الحمدللہ پوری شدت سے اس پر محنت کرائی جاتی ہے اور پھر بتدریج اسکے استعداد کے اعتبار سے دین میں آگے بڑھایا جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان چھ باتوں کو خاص دخل ہے دین کے تمام فرقوں کو جوڑنے کیلئے اور دین پر پڑنے کی استعداد پیدا کرنے کے لئے (واللہ اعلم)

(۲۳) جہاد

جب ہم جہاد پر تحقیقی نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی یہ عظیم الشان عبادت بھی محض امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی غرض سے قائم کی گئی، اسلامی جہاد کا مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا سے ظلم و ستم جیسی خبیث عادت کو مٹا کر مظلوموں، کمزوروں اور ضعیفوں سے ظالم اور جابر طاقت کو ہٹا دیا جائے

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ،

اے مسلمانوں! تم ان ظالموں سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک دنیا میں شرارتیں، فتنے فساد برپا رہیں، اور ان کی بجائے خدا کی فرمانبرداری اور محض اس کے قانون کو نافذ نہ کر دو۔

جہاد میں فتح پانے اور زمین پر قبضہ کرنے کا مقصد

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
اقم الصلوٰۃ
لذکری یعلم
کو کہ نماز کا مقصد
اللہ تعالیٰ کا ذکر
ہے۔ تزکیہ و فکر
نماز کا مقصد
ہے۔ اور ہر ذکر
پر نماز کی فضیلت
کو جیسا کہ
[illegible]
اور زکوٰۃ اور حج
[illegible]

یہ نہیں قرار دیا گیا کہ فاتح قوم مفتوح اور شکست خوردہ قوم سے مال و دولت حکومت کر کے دنیا دی عیش اور آرام کی زندگی حاصل کریں مکھن، توس، انڈا مرغی کا لطف اٹھائیں اور اپنی ہر طرح کی نفسانی خواہشات پوری کریں

بلکہ فتح پانے اور زمین پر قبضہ کرنے کی اسلام نے صرف یہ غرض قرار دی کہ لوگوں کو عبادت، تقویٰ وطہارت، غریبوں اور فقیروں کی دستگیری اور ان کی امداد واعانت کی تلقین کریں اچھی باتیں پھیلائیں اور برے کاموں سے روکیں

جہاد اس لئے نہیں کہ ایک قوم یا بہت سی قوموں کے ہاتھ سے ان کا ملک نکل کر حکومت کسی خاص قوم کسی خاص نسل یا کسی خاص طبقہ کے ہاتھ میں آجائے، بلکہ میدان جہاد صرف اس لئے ہے کہ انسانیت کی فلاح اور بہبود کا جو پروگرام یعنی دین حق مسلمانوں کے پاس ہے اس سے تمام دنیا کے انسانوں کو فائدہ پہنچائیں، اور اسلام اور اس کی دعوت سے دنیا کے گوشہ گوشہ کو روشناس کرادیں

محض اس غرض اور اس مقصد کے لئے وہ تمام ان طاقتوں سے کام لینا چاہتا ہے جو اس عظیم الشان کام کے لئے کارگر ہو سکتی ہیں، اور ان سب طاقتوں کے استعمال

تو کیا حضرات صحابہ نے جو جنوبی قوموں کو فتح اور ملکوں کو درپردہ چھینا وہ مکھن، توس اور انڈا مرغی کھانے کو تھے۔ افسوس کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم افسوس کہ

معلوم ہوا کہ جہاد ذریعہ ہے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر مقصود اور غرض ہے۔

کا ایک جامع نام "جہاد" ہے

چنانچہ زبان وقلم کے زور سے لوگوں کے نقطۂ نظر کو بدلنا اور ان کے اندر ذہنی انقلاب پیدا کرنا بھی جہاد ہے اور اس راستہ میں مال صرف کرنا، اور اس کام کے لئے گھروں سے نکل کر دوسرے ملکوں میں جد وجہد اور امر بالمعروف ونہی المنکر کرنے کے لئے جانا بھی جہاد ہے اور تلوار کے زور سے ظالمانہ اور وحشیانہ اور شیطانی نظام زندگی کو بدل کر خدا کا بتلایا ہوا عادلانہ اور منصفانہ نظام زندگی قائم کرنا بھی جہاد ہے ۔

اور احادیث سے یہ بھی بات بلا شک وشبہ اچھی طرح ثابت ہوجاتی ہے کہ اسلام کی افضل ترین عبادت یعنی جہاد کی اصل غرض اور اس کا حقیقی مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا سے ہر قسم کا گناہ فسق وفجور ظلم وتعدی کو مٹانے اور اس کی جگہ خدا کا بول بالا اور اس کے احکام اور قوانین کو دنیا بھر کے قوانین ودفعات پر اونچا کرنے یعنی اسلام کے رواج دینے اور اس کے پھیلانے کے لئے اپنی جان، اپنی عزت وآبرو اپنی بیوی بچے اپنا سرمایہ اور مال ودولت غرضیکہ ہر ہر چیز کو خدا کی رضامندی اور خوشی حاصل کرنے کی خاطر سب کچھ قربان کردیا جائے

اس لئے ہم صاف صاف بلا کسی جھجک اور بغیر کسی شک وشبہ کے یقین اور اذعان کے ساتھ یہ کہیں گے کہ اسلامی

شریعت میں ارکان اسلام کے بعد جس قدر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو اہمیت حاصل ہے اور کسی اسلامی عمل کو اس کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں، اور جس قدر اعلاءِ کلمۃُ اللہ یعنی خدا کے دین کے رواج دینے کے فضائل ومناقب میں قرآن کی آیات واحادیث وارد ہوئی ہیں، اس کے ماسوا دوسرے اسلامی اعمال کو ان کا چوتھائی درجہ بھی حاصل نہیں

(۲۴)

دین کے رواج دینے کیلئے نکلنے کا ثواب :

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ عبداللہ ابن رواحہؓ کو ایک جماعت کے ساتھ باہر جانے کے لئے فرمایا، اتفاق سے اس دن جمعہ پڑتا تھا عبداللہ ابن رواحہؓ کے ساتھ تو اسی دن صبح کے وقت چلے گئے اور عبداللہ ابن رواحہؓ اس خیال سے جماعت کے ساتھ نہیں گئے کہ جمعہ کی نماز حضورؐ کے پیچھے ادا کر کے چلا جاؤں گا اور کسی مقام پر پہونچ کر جماعت کے ساتھ مل جاؤں گا چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو عبداللہ ابن رواحہؓ کو دیکھکر فرمانے لگے "اے عبداللہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کیوں نہیں گئے"۔ عبداللہ ابن رواحہؓ نے اسکے جواب میں عرض کیا، حضورؐ! میرا خیال یہ تھا کہ آپ کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھ لوں گا

اور نماز پڑھ کر چلا جاؤں گا اور کسی مقام پر ان سے جا ملونگا
اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عبداللہ
اگر تو روئے زمین کی تمام مال و دولت بھی (اللہ کے راستہ میں)
خرچ کر دے تو صبح کے جانے والوں کے برابر ثواب نہیں
پا سکتا (مشکوٰۃ صفحہ ۳۴۰)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ایک صحابی کا پہاڑ کی ایک گھاٹی سے گزر ہوا جس
میں شیریں پانی کا ایک چھوٹا چشمہ جاری تھا، ان صحابی کو یہاں
کا منظر بہت پسند آیا، اور کہنے لگے کتنا اچھا ہو کہ میں سب کو
چھوڑ چھاڑ کر اس پر فضا گھاٹی میں رہنے لگوں، کسی طرح انکی
یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان تک پہونچ گئی، آپ صلعم
نے یہ سن کر ان صحابی سے فرمایا: ایسا کبھی نہ کرنا، کیونکہ
اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لئے تھوڑی سی دیر کے واسطے
نکلنا گھر میں رہ کر ستر سال نماز پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا
ہے الخ (ترمذی)

(۳) حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستہ میں ایک دن کی
چوکیداری کرنا گھروں میں رہتے ہوئے ایک ہزار دن کی عبادت
سے بہتر ہے (ترمذی و نسائی)

(۴۲) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرْسَلَ نَفَقَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَقَامَ فِیْ بَیْتِہٖ فَلَہٗ بِکُلِّ دِرْھَمٍ سَبْعُ مِائَۃِ دِرْھَمٍ وَمَنْ غَزَا بِنَفْسِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاَنْفَقَ فِیْ وَجْہِ ذَالِکَ فَلَہٗ بِکُلِّ دِرْھَمٍ سَبْعُ مِائَۃِ اَلْفِ دِرْھَمٍ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (رواہ ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے اللہ کے دین کو بلند کرنے اور اسلام کے رواج دینے کیلئے اللہ کے راستہ میں مال بھیجا اور خود گھر میں بیٹھا رہا اس کو ایک درہم یا روپیہ خرچ کرنے میں اتنا ملے گا جتنا کہ سات سو درہم یا روپیہ خرچ کرنے میں ہوتا اور جو شخص اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے خود بھی نکلا اور خدا کے خوش کرنے کیلئے اپنا مال بھی خرچ کیا تو ایسے شخص کو ایک روپیہ کے خرچ کرنے کے اندر اتنا ثواب ملیگا جتنا کہ سات لاکھ روپیہ خرچ کرنے میں ہوتا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی، وَاللّٰہُ یُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ اللہ جس کو چاہتا ہے بہت زیادہ بڑھا کر عطاء فرماتا ہے (مشکواۃ)

یعنی جو شخص دین کے رواج دینے اور کلمہ حق کے بلند کرنے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو ایک روپیہ خرچ کرنے سے سات سوگنا ثواب حاصل ہوگا،

اور جو شخص دین کے رواج دینے اور اعلاء کلمۃ اللہ

کے لئے خود بھی نکلا، اور اللہ کے راستہ میں روپیہ بھی خرچ کیا تو ایسے شخص کو ایک روپیہ کے دینے سے سات لاکھ روپیہ خیرات کرنے کے برابر ثواب ملے گا (مشکوٰۃ ص۲۳۵)

(۵) حضرت سلمان فارسی رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا،

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَغَدْوَۃٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ رَوْحَۃٌ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا (بخاری و مسلم)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبح یا شام اللہ کے راستہ میں نکلنا دنیا و مافیہا سے زیادہ بہتر ہے

(۶) حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے راستہ میں نکل کر مسلمان کے قدموں پر زمین کا جو گرد و غبار پڑ جاتا ہے ایسے قدم کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، یعنی جو شخص اللہ کے راستہ میں نکلا اس پر جہنم کی آگ حرام ہے (بخاری)

(۲۵) دین کے رواج دینے کی اہمیت صحابہ رضؓ کی نظر میں

(اسلام کا اصلاحی پروگرام)

(۱) حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ نے جنگ بدر سے لے کر اسلام کی سرسبزی اور اس کے بلند کرنے کا کوئی موقعہ ایسا نہیں چھوڑا کہ اس میں

شریک جہاد نہ ہوئے ہوں البتہ ایک سال کسی خاص عذر کی وجہ سے شریک جنگ نہ ہو سکے اور آخر عمر میں قسطنطنیہ کے میدان میں شہادت پائی، لوگ ان کے بوڑھاپے اور کمزوری کو دیکھکر کہا کرتے تھے کہ حضرت آپ تو آرام فرمائیے اب آپ کی عمر اس قابل کہاں رہی کہ اس طرح ملک در ملک مارے مارے پھرا کریں آپ نے فرمایا اے لوگو! اللہ کا حکم ہے اِنفِرُوا خِفَافاً وَّ ثِقَالاً الخ یعنی نکلو خواہ تم ہلکے ہو یا بھاری، پس میری دو حالتیں ہیں یا میں ہلکا ہوں گا یا بھاری (تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۵۹ ج ۲)

(۲) حضرت ابو راشد حرّانی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا حضرت مقداد ابن اسود رضہ کو شہر حمص میں دیکھا کہ آپ کی ہڈی اتر گئی تھی اور اس کی وجہ سے آپ چل نہ سکتے تھے، لیکن اس معذوری کی حالت میں بھی آپ ہودج میں سوار ہو کر جہاد کو جا رہے تھے، آپ کی یہ کیفیت دیکھکر میں نے عرض کیا حضرت آپ کو اس حالت میں شریعت معذور سمجھتی ہے، پھر آپ نے فرمایا "میرے عزیز و ہم کو تو اِنفِرُوا خِفَافاً وَّ ثِقَالاً، سورۂ برأت کی یہ آیت گھر میں ٹکنے نہیں دیتی" (ابن کثیر جلد ۲)

(۳) حضرت حبان بن زید کہتے ہیں کہ حمص کے گورنر

سفیان ابن عمرؓ کے ساتھ جرحمہ کی جانب جہاد کے لئے نکلے
اس وقت میں نے دمشق کے ایک بہت ہی بوڑھے شخص کو دیکھا
کہ حملہ کرنے والوں کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر آرہے ہیں
اور ان کے بڑھاپے کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی بھوؤں کی کھال
لٹک کر ان کی آنکھوں پر پڑی ہوئی تھی، میں ان بڑے میاں
کے پاس پہونچا اور ان سے کہا چچا جان آپ تو خدا کے نزدیک
معذور ہیں پھر آپ اس قدر تکلیف کیوں کر رہے ہیں

آپ نے میری بات سن کر اول تو اپنے بھوؤں کی کھال کو
اپنی آنکھوں سے اٹھایا اور پھر فرمایا، بیٹا! سنو! اللہ تعالیٰ تو یہ
فرمارہے ہیں، کہ ہلکے اور بھاری دونوں حالوں میں خدا کی راہ میں
نکلو، سنو جس سے اللہ کو محبت ہوتی ہے اس کی آزمائش بھی ہوتی
ہے، اگر یہ شخص اس کی آزمائش میں ثابت قدم رہا تو پھر اس پر خدا
کی رحمت ہوتی ہے، سنو خدا کی آزمائش اور اس کی نعمتوں پر شکر
کرنے اور اس کی بھیجی ہوئی تکلیفوں پر صبر کرنے اور ہر حال میں اس
کی یاد کرنے اور اس کے سوا کسی بات نہ ماننے سے ہوتی ہے
اس کے بعد خدا نے اپنے راستہ میں نکلنے اپنی اور اپنے رسول کی خوشی
حاصل کرنے اور اس کے لئے اپنا مال خرچ کرنے کی ترغیب دی
اور فرمایا کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے

تفسیر ابن کثیر ج ۲)

الغرض ان آیات ان واقعات اور ان احادیث کا مقصد اور لبِّ لُباب یہ ہے کہ مسلمان خواہ جوان ہوں یا بوڑھے، امیر ہوں یا فقیر، فارغ ہوں یا مشغول، خوش حال ہوں یا تنگ دل اور غمگین بھاری ہو یا ہلکے، ضرورت مند ہوں یا فارغ البال، دستکار ہوں یا ملازم پیشہ، تجارت پیشہ و دکاندار ہوں یا زراعت پیشہ کاشتکار ہوں، آسانی والے ہوں یا سختی والے، قوی ہوں یا کمزور شہری ہوں یا دیہاتی، باقاعدہ عالم ہوں یا نہ ہوں، غرضیکہ جس حالت میں بھی ہوں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے بلا عذر اور بلا تامل کھڑے ہو جائیں اور خدا کا بول بالا کرنے کے لئے ریزرو فوج کی طرح ہر وقت تیار ہیں اور وقت آنے پر ہر شخص کو اس کا پیشہ اس کی دوکان اس کی ملازمت اس کی زراعت، اس کی غربت و افلاس اس کی پریشان حالی اس کا رنج و غم اس کی کمزوری مانع نہ ہو اور مسلمان کا کوئی مشغلہ اور ذاتی ضروریات خدا کی راہ میں نکلنے کے لئے اس کے واسطے سدِ راہ نہ بنیں

اسلام کا اصلاحی پروگرام

(۲۶)

کام کا صحیح طریقہ

مکتوب حضرت مولانا یوسف صاحب

مندرجہ ذیل مکتوب تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے علاقہ گجرات کے ایک مولوی صاحب کو ان کے خط کے جواب میں لکھا گیا تھا، انہوں نے اپنے خط میں اپنے یہاں کے کام کے بارہ میں کچھ لکھا تھا، یہ ہم کو خود مکتوب الیہ نے بھیجا جس کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں۔

مکرم بندہ وفقنا اللہ وایاکم لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خط سے حالات وکوائف معلوم ہوئے جس سے ازحد مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ شانہ قبول فرمائے میرے بھائی یہ کام بہت اونچا اور گہرا

ہے اس میں ہزاروں اصول وفوائد ہیں اور اس کا ایک خاص نہج اور خاص مزاج ہے، اگر ان کو اپنا کر اس کام کو کیا گیا تو بہت زیادہ خیروں کی امید ہے اور دوسری صورت میں شر و فتن کا خطرہ ہے اس لئے آپ جیسے کام کرنے والے حضرات کے لئے بہت زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے علاقوں سے جماعتیں لے کر یہاں آئیں اور پرانوں کے ساتھ اختلاط اور میل جول کے ذریعہ اس کام کو صحیح نہج کے ساتھ اپنائیں اس سے آپ حضرات کے علاقہ میں صحیح اصول کے ساتھ کام چلے گا اور چمکے گا اور کام کرنے والے احباب خطرہ سے محفوظ و امن میں رہیں گے اور لوگوں میں عمومی طور پر تواضع کسر نفس دوسروں کے محاسن دیکھنا اپنے عیوب پر نظر ڈالنا پیدا ہوگا، جس سے دل جڑیں گے اور محبت و اتفاق پیدا ہوگا جب تک یہاں نہ آسکیں اپنے حالات سے تفصیلاً اطلاع دیتے رہیں

تمام احباب کو سلام مسنون خدا تمام مدارس دینیہ کو ترقی نصیب فرمائے

والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہ

ماخوذ حضرت جی نمبر

(۲۷)

اصل طاقت تعداد نہیں

عزم وارادہ ہے

جلاوطن سے پہلے جب ہم ہندوستان میں تھے تو اگرچہ حضرت شیخ الہند رح زیر فرمان کام کرتے تھے، لیکن ہماری ہمتیں ہمیشہ یہ دیکھکر پست رہتی تھیں کہ جن مسلمانوں کے لئے ہم سب کچھ کرنا چاہتے ہیں ان میں سے چوتھائی بھی ہمارے ساتھ نہیں ہیں

اور چونکہ بعض خاص وجوہ سے ہندوستان کے عام مسلمانوں کی اکثریت ہماری سخت مخالف تھی، یا کردی گئی تھی اس لئے ہماری طبیعت ہمیشہ افسردہ رہی اور ہم اس کے منتظر اور آرزومند رہے کہ کسی طرح یہ سب مسلمان یا کم از کم ان میں سے اکثر ہمارے ساتھ ہو جائیں

لیکن جب ہم جلاوطنی کے بعد یورپ گئے اور وہاں کی انقلابی تحریکوں کا مطالعہ کیا تو ہمیں اپنی

اس غلطی پر بہت افسوس ہوا، ہم نے دیکھا کہ جتنی
انقلابی تحریکیں دہاں کامیاب ہوئیں ہیں ان سب
کی ابتدار میں چند ہی پختہ عزم و ارادہ رکھنے والوں
نے شروع کیا تھا، اور انہیں کی مسلسل اور انتھک
جدوجہد نے بڑی بڑی حکومتوں کا تختہ الٹ دیا
یا نقشہ پلٹ دیا

اس کے بعد ہم کو تنبہ ہوا کہ خود قرآن
پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ
حسنہ بھی اسی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ
کام کرنے کے لئے بس مضبوط اور مخلص پارٹی ہونی
چاہیئے اگرچہ اس کے ابتدائی افراد کتنے ہی کم
ہوں، لیکن ہر شخص عزم و ارادہ میں اپنی جگہ
پر ایک پہاڑ ہو۔ وما علینا الا البلاغ

مولانا عبید اللہ سندھی
(الفرقان جنوری سنہ ۴۲ء)